LIFE OF BISHOP FRENCH.

لاہور

کرسچن نالج سوسائٹی

Price annas 3.

قیمت ۳ ر

S. P. C. K. Lahore.

تذکرۂ بشپ فرنچ

جسکو پادری لوئیس صاحب نے

بشپ صاحب ممدوح کے انگریزی تذکرہ
مصنفۂ پادری برک صاحب سے اخذ کیا

اور پادری تاراچند صاحب نے اُردو میں ترجمہ کیا

کرسچن نالج سوسائٹی
انارکلی - لاہور

...اول ۵۰۰ جلد (S. P. C. K. LAHORE) قیمت ۳/

پادری ٹامس ولپی فرنچ ڈی ڈی لاہور کے پہلے بشپ

مطبوعہ مشن پریس امرتسر

ایڈیٹر اپیفنی کی نوازش سے یہ تصویر طبع کی گئی ہے

فہرستِ ابواب

پہلا باب

ایّامِ طفولیت سکول وکالج میں تعلیم پانا و اشاعتِ انجیل کا کام اختیار کرنا

طامس والپی فرنچ صاحب پادری پیٹر فرنچ صاحب کے بڑے بیٹے تھے۔ وہ ۱۸۲۵ء میں نوروز کے دن پیدا ہوئے۔ اُن کی والدہ کا کنوارے پن میں نام پنیِ لوپ آرِیبلا والپی تھا۔ اِس واسطے اُن کا نام والپی رکھا گیا۔ اُنکی پیدائش کا مقام اَیپی واقع بَرٹَن برلبِ دریائے ٹرِنٹ تھا۔ جہاں اُن کے باپ پادری تھے۔ وہ وہاں چودہ برس کے سِن تک رہے ۔

فرنچ صاحب کے لڑکپن کا حال بہت کم لکھا گیا ہے لیکن جس قدر دریافت ہُوا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ چھٹپن ہی سے اُن کی طبیعت اُس بڑے کام کی طرف راغب تھی جو اُنہوں نے بعد میں اختیار کِیا کیونکہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ صاحب موصوف جب چھوٹے لڑکے تھے تب بھی اپنے باپ کے ساتھ اُن جلسوں میں جو اشاعتِ دین کے لئے منعقد ہوتے تھے نہایت خوشی سے جایا

کرتے تھے اور جو تقریریں اِن جلسوں میں ہوتی تھیں اُن کا اثر اُن کے دل
پر بہت ہوتا تھا اور وہ تقریر کرنے والوں کے لئے نام بنام دعا مانگا کرتے تھے
اور اُنھوں نے اِسی اوائل عمر میں یہ خواہش بھی ظاہر کی تھی کہ مَیں غیر اقوام
کے چھوٹے لڑکوں کو یسوع کی خوش خبری سنانا چاہتا ہوں +

فرنچ صاحب نے پہلے ایک سال تک گریمر سکول واقعہ مقام ریڈنگ
میں تعلیم پائی اِس کے بعد رگبی سکول کو گئے جسکے ہیڈ ماسٹر ڈاکٹر آرنلڈ
صاحب تھے اِس میں کچھ شک نہیں کہ ایسے نامی وگرامی ہیڈماسٹر کی تعلیم
کا اثر اُن میں بحالتِ مشنری اور بشپ ہونے کے بھی صاف نظر آتا تھا۔
ڈاکٹر آرنلڈ صاحب کے انتقال کے بعد فرنچ صاحب رگبی میں قریب ایک
سال کے اَور رہے اُس وقت ڈاکٹر ٹیٹ صاحب جو بعد میں کنٹربری کے
آرچ بشپ ہوئے وہاں کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ بہت برس گذرنے کے بعد اُن کو
اِس بات سے بڑی خوشی حاصل ہوئی کہ اُنکے پہلے ہیڈ ماسٹر صاحب نے لاہور
کے بشپ ہونے کے لئے اُن کی تقدیس کی +

۱۸۴۳ء میں فرنچ صاحب نے طالب علمی کا ایک وظیفہ پایا اور آکسفورڈ
کے یونیورسٹی کالج میں داخل ہوئے یہاں وہ سمجھتے تھے کہ میرا خاص کام یہ
ہے کہ امتحانوں کے لئے کوشش کروں۔ اور وہ کسی طرح کی دل لگی یا دینی
گفتگو بلکہ کارِ ہائے خیر کو بھی اپنے مطالعہ میں خلل انداز نہیں ہونے دیتے تھے
تاہم اُنھوں نے سنڈے سکول کی مدرسی اُن دنوں میں بھی قبول کی۔ اِس

کرتے تھے اور جو تقریریں اِن جلسوں میں ہوتی تھیں اُن کا اثر اُن کے دل پر بہت ہوتا تھا اور وہ تقریر کرنے والوں کے لئے نام بنام دعا مانگا کرتے تھے اور اُنہوں نے اِسی اوائل عمر میں یہ خواہش بھی ظاہر کی تھی کہ مَیں غیر اقوام کے چھوٹے لڑکوں کو یسوع کی خوش خبری سنانا چاہتا ہوں +

فرنچ صاحب نے پہلے ایک سال تک گریمر سکول واقعہ مقام ریڈنگ میں تعلیم پائی اِس کے بعد رگبی سکول کو گئے جسکے ہیڈ ماسٹر ڈاکٹر آرنلڈ صاحب تھے اِس میں کچھ شک نہیں کہ ایسے نامی وگرامی ہیڈ ماسٹر کی تعلیم کا اثر اُن میں بحالتِ مشنری اور بشپ ہونے کے بھی صاف نظر آتا تھا۔ ڈاکٹر آرنلڈ صاحب کے انتقال کے بعد فرنچ صاحب رگبی میں قریب ایک سال کے اَور رہے اُس وقت ڈاکٹر ٹیٹ صاحب جو بعد میں کنٹربری کے آرچ بشپ ہوئے وہاں کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ بہت برس گذرنے کے بعد اُن کو اِس بات سے بڑی خوشی حاصل ہوئی کہ اُنکے پہلے ہیڈ ماسٹر صاحب نے لاہور کے بشپ ہونے کے لئے اُن کی تقدیس کی +

۱۸۴۳ء میں فرنچ صاحب نے طالب علمی کا ایک وظیفہ پایا اور اوکسفورڈ کے یونیورسٹی کالج میں داخل ہوئے یہاں وہ سمجھتے تھے کہ میرا خاص کام یہ ہے کہ امتحانوں کے لئے کوشش کروں۔ اور وہ کسی طرح کی دل لگی یادینی گفتگو بلکہ کارہائے خیر کو بھی اپنے مطالعہ میں خلل انداز نہیں ہونے دیتے تھے تاہم اُنہوں نے سنڈے سکول کی مدرسی اُن دنوں میں بھی قبول کی۔ اِس

واقعات ظہور میں آئے جن میں سے ایک نے غالباً اور دوسرے نے بالتحقیق فرنچ صاحب کے مابعد کی حالت پر بڑا اثر کیا۔ اِن میں سے پہلا صاحب موصوف کے چھوٹے بھائی پیٹر کا اوکسفورڈ میں انتقال کرنا تھا اور دوسرا یہ تھا کہ اُنکی ملاقات مِس جَینین ٹن سے ہوئی جو بعد میں اُن کی زوجہ بنیں اور تمام عمر دُکھ سُکھ میں اُن کی شریک رہیں ۔

فرنچ صاحب نے زمانۂ مابعد میں یہ بتادیا کہ وہ خاص بات کیا تھی جس کے سبب سے اُنہوں نے اشاعتِ انجیل کی خدمت اختیار کی تھی جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے اُن کو چھوٹی عمر میں بھی اِس کام کی طرف بہت رغبت تھی۔ غالباً جو تقریر اُنہوں نے پادری فوکس صاحب کی زبان سے ٹرنٹی کالج اوکسفورڈ میں سُنی تھی اُس سے بھی اُن کے دل پر بڑا اثر ہوا لیکن وہ خود اکثر ذکر کیا کرتے تھے کہ بشپ ولبر فورس صاحب کی ایک تقریر نے مجھے اِس بارہ میں قطعی فیصلہ کرادیا۔ اِس تقریر میں اہلِ اوکسفورڈ سے بڑے زور کے ساتھ اِس امر کی درخواست کی گئی تھی کہ غیر ممالک میں اشاعتِ انجیل کی خدمت کرنی چاہیئے۔ فرنچ صاحب نے واڈہم کالج کے آرتھر لی نامی ایک دوست سے اِس امر میں صلاح و مشورہ کیا اور دعا مانگی۔ دونوں نے خدمت مذکورہ اختیار کرنے کا مصمم ارادہ کیا بعد تھوڑے عرصے کے کسی نے فرنچ صاحب کو یہ خبر دی کہ تمہارے دوست مسٹر لی ریل کا ایک حادثہ واقع ہونے کے باعث سوانِ ڈاؤن سٹیشن پر قریب المرگ پڑے ہیں۔ وہ فوراً اُن کے پاس گئے اور اُن کے

انتقال کے وقت تک جو چند روز بعد ہُوا اُن کے پاس رہے۔ اِس پُر ملال واقعہ سے فرنچ صاحب کا ارادہ اَور بھی قوی ہوگیا چونکہ ایک اُٹھالیا گیا اور دوسرا چھوڑا گیا اِس باعث جو عہد دونوں نے آپس میں اپنے آپ کو خدا کی خدمت کے لئے مخصوص کرنے کے واسطے کیا تھا اُس کا پُورا کرنا فرنچ صاحب کو بہت زیادہ ضرور معلوم ہُوا ✦

پادری نوکس صاحب نے بھی جو ہندوستان کو واپس چلے گئے تھے بڑی تاکید کے ساتھ مشن کا کام اختیار کرنے کو اُنہیں لکھا اور جو خط بھیجا اُسمیں اِس اعتراض کا بھی کہ ہمارے کام کرنے والوں کو لازم ہے کہ جب تک انگلستان کی جملہ ضروریات رفع نہ کرلیں تب تک اپنے ہی ملک کے کام کی طرف متوجہ رہیں پورا جواب دیا۔ چنانچہ اُنہوں نے یہ لکھا کہ مسیحی آدمی کے لئے یہ ایک نہایت بے ایمانی کا عذر ہے۔ اُس سے خدا کے اُس وعدے کی نسبت جو اُس نے فیاض آدمی کو برکت دینے کا کیا ہے بے اعتقادی ظاہر ہوتی ہے۔ اگر خدا کا وعدہ سچا ہے تو جتنے زیادہ آدمی ملک سے جائینگے اُتنے ہی وہ اُس کلیسیا کی بہتری کے لئے پیدا کریگا جو باوجود اپنی لاچاری کے عمدہ سے عمدہ آدمی اُسکی خدمت کے لئے دیگی ✦

پادری نوکس صاحب نے ماہ اکتوبر ۱۸۴۸ء میں انتقال کیا اور اِس وجہ سے فرنچ صاحب کے دل پر اُن کے خط کی اَور بھی زیادہ تاثیر ہوئی اور اُنہوں نے ماہ اپریل ۱۸۵۰ء میں اپنی درخواست چرچ مشنری سوسائٹی کو روانہ کردی

اور ہندوستان کی بہتری کے لئے اوکسفورڈ سے دست بردار ہوگئے۔ اُنکا
ایسا کرنا دیدہ و دانستہ عزّت و آرام کا ترک کرنا تھا کیونکہ وہ اپنی یونیورسٹی میں
بڑا مرتبہ حاصل کرسکتے تھے۔ سوسائٹی نے اُن کی درخواست فوراً منظور کی اور
آگرہ میں جو مشن کالج قایم ہونے والا تھا اُس کا پرنسپل اُن کو مقرر کیا۔ ایک
ماہ کے بعد اِڈورڈ کریگ سٹُوارٹ صاحب ڈبلن یُونیورسٹی کے
ڈگری یافتہ اُن کے نائب مقرر کئے گئے ٭

یہ دونوں پادری صاحبان ماہ ستمبر سنہ ۱۸۵۰ء میں جہاز پر سوار ہوکر ہندوستان
کی طرف روانہ ہوئے اور تخمیناً چار مہینے کا سفر طے کرکے دوسری جنوری کو
کلکتہ میں پہنچے ٭

ہندوستان میں پہنچتے ہی جو خیالات اُن کے دل میں پیدا ہوئے اُن کا
بیان کرنا ضرور نہیں معلوم ہوتا تاہم ایک دلچسپ امر کا لکھنا مناسب معلوم
ہوتا ہے۔ کلکتہ کے چھوڑنے سے پہلے وہ ٹاؤن ہال میں اُس وقت
موجود تھے جب سکاچ اسیمبلی کے سکولوں کے طلبا کو انعام تقسیم کیا گیا تھا
اِس موقعہ پر ایک جواب مضمون پڑھا گیا جو ایک محمّدی طالب علم نے لکھا
تھا اور جس کے سبب اُس کو انعام ملا تھا اُس میں وہ وجوہات بیان کی
گئی تھیں جن کے باعث دیسی آدمی مسیحی دین کو بہت کم قبول کرتے ہیں
اور عبارت ذیل مندرج تھی قولہٗ کچھ تو کم ہمتی اور خانگی تعلقات توڑنے کی
دشواری کی وجہ سے اور کچھ نام کے مسیحیوں کی بدچلنی کے سبب ہمکو اتنی

دلیری نہیں ہوتی کہ ہم دل وجان سے اُس مذہب کو اختیار کریں جسکو ہماری
تمیز اچھا بتاتی اور ہماری عقل قبول کرتی ہے۔

The religious situation in Pakistan is known to the world, It is the dire need of the day to provide religious plus academic education to all and especially the young generation to face future challenges.We are by God's good grace and providence, in possession of old Urdu Christian literature written by our forefathers and scholars in faith, who were giants in their respective fields and piety, who sought to strengthen the Christian Indo-Pak Church in their respective day through the means of writing theological and apologetical treatises on different religious topics from the viewpoint of Christianity,We also have our book list of these old books from which you can choose for yourself which book you are looking forward to read.. May God in Jesus Christ pour out his abundant mercies upon you all.

Yours in Christ,

Evg. Yousaf Masih (founder)
Rev. Michael Joseph...cscentrkr@gmail.com
Evg. Joy Jacob ...adrxdesigner@gmail.com

دوسرا باب

سینٹ جانز کالج و قلعہ آگرہ کا حال

بتاریخ ۱۳ ماہ فروری سنہ ۱۸۵۱ء فرنچ صاحب اور سٹوارٹ صاحب آگرہ
میں پہنچے اور یہاں فرنچ صاحب نے آٹھ برس تک کام کیا۔
اس شہر میں چرچ آو انگلینڈ کے متعلق مشن کا کام سنہ ۱۸۱۳ء میں اُسوقت
شروع ہوا جبکہ آرچ ڈیکن دانیال کوری صاحب عبدالمسیح کو یہاں
لائے۔ صرف یہی ایک شخص تھے جو پادری ہنری مارٹن صاحب کی
کوشش سے مسیحی ہوئے تھے۔ اُنہوں نے سنہ ۱۸۱۲ء میں چالیس برس کی
عمر میں مسیحی دین کو اختیار کیا تھا۔ وہ شاہ اودھ کے دربار میں جواہرات کے
داروغہ تھے۔ مگر اُنہوں نے اس اعلےٰ مرتبے کو چھوڑ کر کاٹی کسٹ کی قلیل
تنخواہ پر قناعت کی تھی۔ اس میں سے بھی وہ آدھی خیرات کر دیا کرتے تھے
اور چونکہ طبابت میں مہارت رکھتے تھے اپنے غریب ہموطنوں کا علاج بھی
مفت کیا کرتے تھے۔ وہ سنہ ۱۸۲۰ء میں لوتھری جماعت کے دستور کے مطابق
خادم دین بنائے گئے اور سنہ ۱۸۲۵ء میں بشپ ہیبر صاحب نے اُنکو چرچ آو
انگلینڈ کے قاعدے کے مطابق خادم دین بنایا۔ سنہ ۱۸۲۷ء میں اُنہوں نے
وفات پائی اور چونکہ کوری صاحب آگرہ سے پہلے ہی چلے گئے تھے اسواسطے مشن

کا کام کچھ عرصے تک ملتوی رہا۔

۱۸۳۷ء میں مشن کا کام پھر شروع کیا گیا۔ اِس وقت سخت قحط سالی تھی اور بہت سے یتیم بچے مشنریوں کو سپرد کئے گئے جن کے واسطے ایک یتیم خانہ سکندرہ میں قایم کیا گیا۔ فرینچ صاحب اور سٹوارٹ صاحب کے آنے سے پہلے اِن میں سے بہت سے یتیموں نے شادیاں کر لی تھیں اور ایک اچھی عیسائی بستی آباد ہو گئی تھی اور ایک بڑا چھاپہ خانہ بھی قایم ہوا تھا جس میں کل سرکاری کاغذات چھپا کرتے تھے اور جو نفع اُس سے ہوتا تھا وہ مشن کے اخراجات کے لئے کافی تھا۔

جب پادری صاحبان مذکورۂ بالا ۱۸۵۱ء میں اعلےٰ تعلیم کے شروع کرنے اور سینٹ جانز کالج کے قایم کرنے کے واسطے آئے تب مشن گویا تیسرے درجہ پر پہنچا۔

آگرے کے یورپین صاحبان اُس وقت میں مشن کے بڑے مددگار تھے۔ اِس بات سے پڑھنے والوں کو کچھ تعجب نہو گا جب اُن کو یہ معلوم ہوگا کہ اِن صاحبان میں ایسے ایسے دیندار لوگ شامل تھے جیسے کہ سر ولیم میور صاحب اور اُن کی لیڈی صاحبہ جنہوں نے چند ہفتوں تک نو وارد پادری صاحبوں کو اپنے گھر میں مہمان رکھا اور میں سن صاحب اور اُن کی میم صاحبہ جنہوں نے مشن کی امداد کے طور پر خوبصورت اشیاء کی فروخت کے لئے ایک کمرہ اپنے مکان میں علیحدہ کر دیا تھا اور آگرہ کے کلکٹر تھینکیں

صاحب جو اُن اشخاص میں سے ایک تھے جن کی تحریک سے ایک کانی کنسٹ یوروپین صاحبان کے نوکروں کو تعلیم دینے کے واسطے مقرر کیا گیا تھا۔ صاحب لوگوں کی ہمدردی مشن کے کام کے ساتھ اِس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ اُنھوں نے پندرہ ہزار روپئے آپس میں چندہ کر کے نئے کالج کے قائم ہونے کے لئے جمع کئے تھے ❖

مشنری صاحبان کی یہ منشا تھی کہ ایسا ایک کالج قایم ہو جس میں علوم دنیوی کی تعلیم گورنمنٹ کالج کی مانند دی جائے اور دینی تعلیم کا بھی انتظام کیا جائے اِن دنوں میں اس قسم کی تعلیم کا رواج کثرت سے ہو گیا ہے۔ لیکن چھیالیس ۴۶ برس پہلے عام نہ تھا۔ اُس زمانے میں لوگوں کا دنیوی علوم کی خاطر دینی تعلیم کا قبول کرنا حیرت انگیز تھا۔ فرنچ صاحب نے اِس امر کے متعلق ایک دلچسپ نقل تحریر کی ہے۔ تولا میکے صاحب نے جو کلکتہ میں فری چرچ کالج کے پرنسپل تھے ایک طالب علم کے باپ سے دریافت کیا کہ اے میرے عزیز دوست سچ بتاؤ تم ہندو لوگ باوجودیکہ جانتے ہو کہ ہم مسیحی دین کی تعلیم دیتے ہیں اپنے لڑکوں کو ہمارے سکولوں میں کیوں بھیجتے ہو۔ اُس نے جواب دیا صاحب سچ تو یہ ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے لڑکوں کو سرکاری عہدے ملیں اور ہم کو خوب معلوم ہے کہ تمہارے کالج میں جیسی لیاقت اُن کو حاصل ہوتی ہے اَور کہیں نہیں ہو سکتی اِسلئے ہم اُنہیں آنے دیتے ہیں اِسکے سوا اگر کسی لڑکے کی قسمت میں عیسائی ہونا

لکھا ہے تو وہ خواہ تمہارے سکول میں جائے یا نہ جائے ضرور عیسائی ہوگا ۔

مشنری صاحبان موصوف نے آتے ہی آگرہ میں کام شروع کر دیا لیکن سینٹ جانز کالج کی نئی عمارت ۱۸۵۳ء کے آخر تک طیار نہیں ہوئی۔ ۱۸۵۱ء کے شروع میں عید القیامت پر کالج میں طلباء کا شمار ایک سو پچاس تھا اور یہ شمار ۱۸۵۷ء کی بغاوت تک برابر بڑھتا گیا۔ جس وقت بغاوت شروع ہوئی کالج میں تین سو تیس طلباء تھے ۔

نہ صرف جب فرنچ صاحب نے ہندوستان میں کام شروع کیا تھا بلکہ تمام عمر اُن میں ایک بات نہایت قابل غور یہ تھی کہ وہ عجیب طور سے اپنے وقت کو کام میں لاتے تھے۔ بعد میں اُنکو غیر زبانوں کی لیاقت رکھنے کے سبب سے ہفت زبان پادری کا لقب دیا گیا لیکن یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ نئی زبانوں کے سیکھنے میں اُن کو وہ دقتیں پیش نہیں آئی تھیں جو عموماً اور پادریوں کو آتی ہیں۔ زبانوں کے سیکھنے کی قوت تو اُن میں ضرور تھی لیکن صرف سخت محنت کے وسیلے سے اُن کو ایسی عمدہ لیاقت حاصل ہوئی جس کے باعث وہ بہت مشہور ہوئے۔ چنانچہ خود اُن کا یہ بیان ہے۔ قولہٗ میں ہر روز دس گھنٹے کام کیا کرتا ہوں۔ اور اُس کے بعد میں کسی کام کے لائق نہیں رہتا۔ مجھے اِس بات کی نہایت خواہش ہے کہ ویسی زبان سے پوری واقفیت حاصل کر لوں لیکن چونکہ اب معجزے کے طور پر زبانوں کی نعمت نہیں ملتی اسلئے میں اُس کو اور لوگوں کی طرح صرف صبر اور مشقت کے وسیلہ سے

حاصل کر سکتا ہوں۔ وہ یہ بھی تحریر کرتے ہیں۔ قولہٗ اب ایک نیا منشی مجھے ہر ہفتے میں تین روز چار گھنٹے تک اُردو اور فارسی پڑھانے کو آتا ہے اور ایک پنڈت بھی ہر روز دو گھنٹے ہندی پڑھاتا ہے۔ اس کے علاوہ میں ہر ہفتے میں تین روز اسکول میں چار گھنٹے کے واسطے جاتا ہوں اور طلباء بھی کبھی کبھی میرے مکان پر آجاتے ہیں چنانچہ جو تین چار جوان طلباء مجھ سے تعلیم پاتے ہیں اُن میں سے ایک دو شام کے وقت اکثر آجایا کرتے ہیں پھر میں وہ کام کرتا ہوں جس کو میں اِن دِنوں میں نہایت ضروری سمجھتا ہوں یعنے اُردو اور ہندی کو آپ پڑھتا ہوں گو کہ اس کے واسطے اور کاموں کی وجہ سے جس قدر وقت چاہتا ہوں اُس قدر نہیں مل سکتا۔ اگرچہ میں چار بجے کے تھوڑی دیر بعد اُٹھتا ہوں تو بھی اس طور سے کام کرنا نہایت دشوار معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر ترقی تمام دن میں کروں اُس سے میری طبیعت خوش ہو۔

فرنچ صاحب نے جو دیسی زبان سے واقفیت اس محنت سے حاصل کی اُس کو آگرہ میں پہنچنے کے بعد بہت جلد استعمال میں لائے چنانچہ ۱۸۵۱ء کے مبارک جمعہ کے روز انہوں نے بعض لڑکوں کو جو اُن کے مکان پر خداوند کی اذیت کا حال جو کتاب مقدس میں مندرج ہے پڑھنے کو آتے تھے دیسی زبان میں تعلیم دی۔ یوروپین صاحبان کی ہمدردی بدستور سابق قائم رہی بحقیقت میں یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ کوئی شخص باوجود صاحب

ممدوح کی نفس کشی دیکھنے کے ہمدردی کرنے سے باز رہ سکتا چنانچہ اعلےٰ عہدے
دار اور نیز اَور لوگ طالب علموں کے وظیفوں اور معمولی اخراجات کے لئے
فیاضی کے ساتھ روپیہ دیا کرتے تھے اور مسٹر ہنری لارنس صاحب جیسے
ذی رتبہ آدمی جب آگرہ سے ہوکر کہیں جاتے تھے تو ضرور کالج کو دیکھنے بھی
آیا کرتے تھے اور اس بات کے ظاہر کرنے کو کہ اُن کے خیال میں ایک
بہت بڑا اور عمدہ کام ہو رہا تھا کوئی معقول رقم چلتے وقت دے جایا کرتے
تھے اسی طرح سے ہکینس صاحب بھی فرنچ صاحب کے آنے کے تھوڑے
عرصے بعد کالج کو دیکھنے کے واسطے آئے وہ لکھتے ہیں قولہٗ گرمی شدت سے
تھی اور ایک چھوٹے کمرے میں چند لڑکوں کی ایک جماعت مِلٹَن کی
کتاب پیرا ڈائیس لوسٹ میں سے سبق لے رہی تھی۔ یونیورسٹی
کالج کے ایک اعلےٰ تعلیم پائے ہوئے شخص کا دیسی لڑکوں کی ایک چھوٹی
جماعت کو پڑھانا میری طبیعت پہ نہایت شاق گذرا اور میں نے باہر نکلتے ہوئے
کہا کہ یہ تو بالکل محنت کو رائگاں کھونا۔ لیاقت کو بے جا صرف کرنا۔ قوت کو
برباد کرنا ہے۔ لیکن میں غلطی پر تھا جو محبت کا علاقہ اُستاد و شاگردوں کے
درمیان مصیبت کے وقت میں ایسا قوی اور پائدار ثابت ہوا اُسکی بنیاد
اُس وقت بھی قایم ہو چکی تھی اور روز بروز زیادہ تر مضبوط ہوتی جاتی تھی ؛
کالج کے کام کا نتیجہ بہت جلد ظاہر ہوا کہ لڑکوں کا طور و طریق بدل گیا
اور اُن کو بہ نسبت پہلے کے نیک و بد کا خیال زیادہ ہونے لگا فرنچ صاحب

خود لکھتے ہیں قولہٗ میں اب اپنی پہلی جماعت کے لڑکوں کی طبیعت کو بہت زیادہ پسند کرتا ہوں بہ نسبت اُس کے کہ تین چار مہینے پہلے کرتا تھا۔ پہلے اُن کی طبیعت کچھ ایسی تھی جس سے مجھے نفرت ہوتی تھی بلکہ اُن سے بات چیت کرنا بھی مجھے ناگوار گذرتا تھا۔ لیکن اب میں صرف ایک ہی لڑکے کی طبیعت ویسی پاتا ہوں جیسی کہ پہلے تھی پھر وہ یہ بھی لکھتے ہیں قولہٗ اگرچہ غیر مسیحی دیسیوں میں فریب بہت پایا جاتا ہے لیکن میرے طلباء مجھے اس امر میں تکلیف نہیں دیتے ۔

لیکن اِس کے علاوہ دیگر نتائج جلد ظہور میں نہیں آئے۔ تعلیم کے کام میں بڑی دِقت مشنری صاحبان کو یہ پیش آتی ہے کہ اُن کو بہت برس تک صبر کے ساتھ انتظاری کرنی پڑتی ہے تاکہ جو بیج بویا جاتا ہے اُسکا پھل دیکھ لیں کہ طلباء دینِ حق کو قبول کریں۔ لیکن اِس میں شک نہیں کہ یہ پھل بھی خدا کے مقرر کئے ہوئے وقت پر ظاہر ہوگا۔ اسکی مثال کے طور پر ایک خط نقل کیا جاتا ہے جو فرنچ صاحب کو آگرہ چھوڑنے کے پندرہ برس بعد ملا ۔

خط مرسلہ از مقام علیگڈھ ۔ ۳۰ جنوری ۱۸۶۴ء

جناب معزز پادری صاحب۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ ان چند سطور کی تکلیف دہی معاف فرمائینگے۔ میں آپ کا وہ پرانا طالب علم ہوں جو آپ سے پاک

کتاب پڑھا کرتا تھا اور ۱۸۵۵ء میں بپتسما پانے والا تھا مگر اپنی ماں کی وجہ سے جو ابھی تک جیتی ہے رُک گیا تھا۔ لیکن دینی حقائق کی جو تعلیم آپ نے غدر سے پہلے پاک کتاب میں سے دی تھی وہ میرے ایسی ذہن نشین اور دل پر منقش ہو گئی تھی کہ مَیں اپنی گنہ گاری اور قصورواری کو فراموش نہ کر سکا حتیٰ کہ مینے یہ ارادہ کیا کہ مسیح میں پُورے طور سے شامل ہو جاؤں اور بتاریخ ۵ اگذشتہ نومبر بپتِسما پایا۔ مَیں آج کل علیگڈھ کے گورنمنٹ ہائی سکول میں سیکنڈ ماسٹر ہوں اور ڈیڑھ سو روپے ماہوار تنخواہ پاتا ہوں اور اپنے بیوی بچوں کے ساتھ اب بھی اُسی طرح رہتا ہوں جیسے کہ بپتسما پانے سے پہلے رہا کرتا تھا۔ مَیں اِن عزیز و اقارب کی خاطر گوشت اور شراب کا بالکل استعمال نہیں کرتا ہوں اور میرے خیال میں اِس میں کچھ بُرائی نہیں ہے۔ راقم آپ کا عاجز خادم شوبہارالام ؎

فرنچ صاحب کی بڑی آرزو یہ تھی کہ کالج کلیسیا کے خادمانِ دین کی تربیت کا مقام ہو چنانچہ اُنہوں نے سات برس کام کرنے کے بعد لکھا کہ اگر ایک خادم دین بھی یہاں سے پیدا ہو تو میں یہ سمجھونگا کہ جو محنت مینے کالج پر کی ہے اُسکا عوض مجھے بخوبی مل گیا۔ یہ خوشی صاحب ممدوح کو حاصل ہوئی کیونکہ انکے انگلستان کو چلے جانے کے بعد ایک طالب علم مادھورام نامی نے بپتِسما پایا اور بعدازاں وہ جبل پور کی ایک جماعت کے پاسبان ہوئے اِس نومرید نے جو بیان اِس امر کا کیا ہے کہ اُس کے عزیزوں نے اُسکے ساتھ کیا

سلوک کیا دہ دل چسپ ہے تو اُنہوں نے کہا تم نے اور مذہبوں کی کتابیں نہیں دیکھی ہیں جب اُن کو پڑھ لوگے تب ہم تم کو بپتسمہ پانے دینگے - اپنے گھر میں رہو تو ہم تمہیں بیس روپئے ماہوار دیا کرینگے اور بائبل کو نہ پڑھو۔ مگر خدا میرا مددگار تھا میں نہیں ڈرا - مینے صاف صاف کہا کہ میں خدا کے حضور گنہگار ہوں - میں اُس کے سامنے نہیں جا سکتا ہیں بت پرستوں میں نہیں رہونگا کیونکہ مجھے اُس پر ایمان لانا چاہئے جس نے ہمارے لئے اپنی جان دی میں ایک دم بھی اُس کے بغیر نہیں جی سکتا اُنہوں نے یہ سنکر تعجب کیا اور کہا ہمیں بتاؤ تو عیسائی مذہب کے سچ ہونے کا ثبوت کیا ہے مینے دلیری سے جواب دیا کہ اُس نے میرے دل کو بدل دیا اور ایسا بنا دیا کہ اِن تکلیفوں سے مجھے بڑی خوشی حاصل ہوتی ہے - اِس پر اُنہوں نے کہا تمہارا علانیہ عیسائی ہونا کیا فائدہ دے گا ہر شخص تم سے نفرت کرے گا اور تم پر ہنسیگا بلکہ تم سے بات بھی نہ کرے گا - مینے جواب دیا کہ اگر کوئی اپنے ایمان کو ظاہر نہیں کرتا ہے تو کیا اِس کی وجہ یہ ہی نہیں ہوتی کہ دنیوی عیش وعشرت کی خواہش اُسکو ناتوان بناتی ہے - جو کوئی مجھے ستائیگا یا چھیڑیگا یا میرے ساتھ کسی طرح کی بُرائی کریگا میں اُس کے واسطے دعا مانگونگا اور اُس کو پیار کرونگا جیسے لکھا ہُوا ہے کہ تم اپنے دشمنوں کو پیار کس و - تب اُنہوں نے کہا تمہارے ماں باپ تمکو چھوڑ دینگے - مینے جواب دیا اگر میرے ماں باپ مجھے چھوڑ دینگے تو خداوند مجھے سنبھالیگا - پھر کسی نے

کہا کہ یہ پاگل ہو گیا ہے کسی نے کہا شرابی ہے کوئی کہنے لگا کہ اس پر شیطان
چڑھا ہُوا ہے ۔ اس کے بعد اُنہوں نے مجھے گھر سے نہیں نکلنے دیا . . .
مینے گذشتہ مہینے کی ۱۰ تاریخ کو بپتسما پایا ۔ خداوند کی حمد کیجئے اور میرے لئے
دعا مانگئے کہ مَیں اپنے آپ کو عاجز سمجھوں ۔ دعا سے غافل نہ ہوں ہوشیاری
کو نہ چھوڑوں اور یسوع مسیح کا سچا سپاہی بنا رہوں ۔

May God in Jesus Christ pour out his abundant mercies upon you all.
Yours in Christ,

Evg. Yousaf Masih (founder)
Rev. Michael Joseph...cscentrkr@gmail.com
Evg. Joy Jacob ...adrxdesigner@gmail.com

تیسرا باب

علاوہ مشن کالج کے دیگر کاموں کا بیان

جو ہدایت چرچ مشنری سوسائٹی نے فرنچ صاحب اور سٹوارٹ صاحب کو جس وقت وہ ہندوستان کو روانہ ہونے والے تھے کی تھی اُس میں پہلے تو اِس بات کا ذکر تھا کہ مشن کے کام کا عام طریق بازار اور دیہات کی منادی ہے اور اِس کے بعد یہ بیان تھا کہ آپ اِن کاموں کے واسطے نہیں بھیجے جاتے ہیں بلکہ اِس لئے کہ نئے طریقے جاری کریں۔ اِسکے بموجب فرنچ صاحب نے یہ سمجھا کہ میرا خاص کام سکول میں تعلیم دینا ہے تاہم وہ ایسے آدمی نہ تھے کہ سکول کے کام سے فراغت پانے پر بھی انجیل کی منادی سے باز رہتے۔

شروع میں اُن کو یہ اندیشہ تھا کہ ایسا نہو بازار میں منادی کرنے سے میری عزت جاتی رہے اور مدرسے کے کام میں خلل پڑے لیکن اُنکو تھوڑے ہی عرصے میں معلوم ہو گیا کہ اُن کا یہ خیال غلط تھا وہ لکھتے ہیں قولہٗ اِس بات کے دیکھنے سے تعجب ہوتا ہے کہ جب میں شہر میں منادی کرتا ہوں تو سکول کے لڑکے کس طرح سے ہمارے طرفدار بنجاتے اور ہماری مدد کرتے ہیں گویا کہ ہم باہم بڑا تعلق رکھتے ہیں اور ہمارا مقصد ایک ہی ہے۔

فرنچ صاحب عام مشن کے کام کی نسبت لکھتے ہیں قولہٗ بہت لوگ شکایت کرتے ہیں کہ ہم آرام سے بیٹھے ہوئے کام کرنا پسند کرتے ہیں اور جو عمدہ موقعہ ملا ہے اُس سے ہم فائدہ نہیں اُٹھاتے اور قوت اور استقلال کے ساتھ آگے نہیں بڑھتے اور مجھے یہ کہنا ضرور ہے کہ مَیں بھی اِس رائے کے ساتھ اتّفاق کرتا ہوں۔ جیسا ہمارا کالج آگرے میں ہے ایسے کالج اِس مطلب کے لئے تو نہایت مفید اور اچھّے ہیں کہ جو پادری صاحبان ولایت سے آئیں چند سال بجائے خالی رہنے کے اُن میں کام کریں لیکن میرے خیال میں بہتر ہوگا اگر پانچ چار برس کے بعد وہ دیگر مشنوں کے قایم کرنے کو بھیج دئے جائیں ❖

فرنچ صاحب نے دیگر مشنری صاحبان کی طرح اپنے تجربہ سے یہ معلوم کیا تھا کہ ہندؤں کے ساتھ ہمیشہ دقّت یہ پیش آتی ہے کہ وہ لاپروائی کرتے ہیں۔ سوا کسی فقیر کے جو کبھی اتّفاق سے مل جاتا تھا کوئی سختی کے ساتھ مقابلہ نہ کرتا تھا اِس کے برخلاف محمّدی لوگ عموماً علانیہ مخالفت کیا کرتے تھے ❖

بازار کی بحث کا نتیجہ بعض وقت یہ ہوتا تھا کہ کسی مکان میں عام مباحثہ کی تجویز قرار پاتی تھی۔ فرنچ صاحب نے ایسے ایک مباحثہ میں میزان الحق کے مصنّف ڈاکٹر فینڈر صاحب کی جو فن مناظرہ کی لیاقت کے سبب مشہور ہیں مدد کی۔ آگرہ کے محمدی علماء دہلی کے بڑے مولویوں اور

دیگر اشخاص کے ساتھ کتابِ مقدس اور کتب مباحثہ کے مطالعہ میں مشغول رہے تھے اور اِس سے ایک نتیجہ یہ پیدا ہُوا تھا کہ مولوی رحمت اللہ صاحب دہلوی نے دو کتابیں چھپوائی تھیں اُنہوں نے فرنچ صاحب سے کہا کہ ہم چاہتے ہیں ایک عام مباحثہ کیا جائے اور مباحثہ کے واسطے مضامین ذیل تجویز کئے گئے۔ کتب مقدسہ کا منسوخ ہونا اور تحریف کیا جانا۔ مسیح کی اُلوہیت و تثلیث مقدس کا مسئلہ۔ مباحثہ دو دن متواتر ہوتا رہا اور شہر کے اکثر محمدی عالم اُس میں شریک ہوئے ◆

اِس قسم کے مباحثے اب کوئی نئی بات نہیں ہیں تاہم جو نتائج مباحثہ مذکور الصدر سے پیدا ہوئے اُن کے سبب وہ ذکر کے لائق ہے۔ دو شخص جو اِس مباحثہ میں محمدیوں کے مددگار تھے کچھ عرصے کے بعد مسیحی ہو گئے ایک اُن میں سے مولوی صفدر علی صاحب سرکاری عہدہ دار تھے اور دوسرے مولوی عماد الدین صاحب تھے جنہوں نے پنجاب میں بحث کی کتابوں کے لکھنے کی وجہ سے بڑی شہرت حاصل کی ہے۔ جب فرنچ صاحب لاہور کے بشپ ہوئے تو اُن کو اِس بات سے بڑی خوشی حاصل ہوئی کہ مولوی صاحب مذکور اُنکے وسیلے سے ڈاکٹر آف ڈیونٹی کا درجہ حاصل ہُوا ◆

لیکن انجیل کی منادی صرف آگرہ ہی کے بازاروں میں نہیں کی جاتی تھی بلکہ کالج کی تعطیل کے دنوں میں منادی کرنے کے واسطے دورہ

کو جانے کا انتظام بھی کیا جاتا تھا چنانچہ جاڑے کے پہلے ہی موسم میں فرنچ صاحب نے تین ہفتے اُن دیہات میں بسر کئے جو دریائے چنبل کے متصل واقع ہیں وہ لکھتے ہیں قولہٗ سکول سے سبکدوش ہونے کے سبب سے مجھے نہایت آرام ملا ہے یہاں کی آب و ہوا نہایت ہی مرغوب ہے مجھے امید ہے کہ میں بخوبی توانائی حاصل کر کے آگرہ کو واپس جاؤنگا۔ جناور کے گاؤں میں ایک مسلمان جمعدار فرنچ صاحب سے کہنے لگا کہ آپ نے ہم سے ابھی فرمایا کہ ہمیں مسیح کے پاس جلد آنا چاہئے لیکن ہم کس طرح سے جلد آسکتے ہیں سوائے آپ کے کوئی شخص یہ باتیں ہمیں سکھانے کو کبھی نہیں آیا۔ ہم نے لاٹ صاحبوں اور کرنیل صاحبوں کو اِس طرف سے گذرتے ہوئے دیکھا ہے لیکن اُن میں سے کسی نے ہم سے ایسی باتیں نہیں کہیں۔ اور نہ مجھے صرف کتاب سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے اگر سو آدمی آپ جیسے ہمارے پاس آئیں تو شاید ہم کچھ سمجھ سکیں لیکن ہم اکیلے کیا کر سکتے ہیں +

تھوڑے عرصے کے بعد فرنچ صاحب نے دہلی کے بادشاہ کی ایک بھتیجی کے ساتھ جو مسیحی دین کی طرف مائل ہو گئی تھی خط و کتابت شروع کی اور کچھ دنوں کے بعد اُس سے ملاقات بھی حاصل ہو گئی اور چونکہ اُس نے معقول جواب دئے اِس لئے صاحب موصوف نے اُسے بپتسمہ دیا +

جو دیہات دریائے گنگ کی طرف واقع تھے اُن میں بہ نسبت اور جگہ

سے کام زیادہ اچھی طرح ہوتا تھا فرنچ صاحب نے نندوبی گاؤں کا ایک دلچسپ
حال بیان کیا ہے۔ قولہ ایک ضعیف آدمی جس کا ظاہری ڈھنگ خوشنما
اور مُؤدبانہ تھا فارسی زبان میں ایک نسخہ مقدس لوقا کی انجیل اور اعمال کا
اور ایک رسالہ جس میں نجات دہندہ کا احوال مندرج تھا لایا اور کہنے لگا
کہ میرے پاس مسیحی دین کی آور بھی کتابیں موجود ہیں اور میرا تمام بھروسہ
اِنہیں پر ہے۔ میرے دل کو صرف اِنہیں کتابوں سے تسکین حاصل
ہوئی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ مَیں اکثر اپنے گاؤں کے آدمیوں
کے ساتھ باتیں کرتا ہوں اور اُنہیں سمجھاتا ہوں کہ مسیح کے قاعدہ کے
موافق خدا کی پرستش کرنی چاہئے ۔ وہ بیان کرتا ہے کہ آدھے گاؤں کے
آدمی تو اب بت پرستی سے بالکل پرہیز کرتے ہیں اور صرف واحد خدا کی
پرستش کرتے ہیں گو کسی خاص مقرری طریق سے نہیں اور آدھے اب تک
بت پرستی پر قایم ہیں۔ اُسنے کہا کہ جو کام مسیح نے آدمیوں کے لئے کیا اور
کسی نے کبھی نہیں کیا۔ اِس بات کا مجھے پورا یقین ہے ۔ ۔ ۔ مَیننے
اُس کے سامنے مقدس یوحنا کی انجیل میں سے کسی قدر پڑھا ۔ وہ
پندرھواں باب سننے سے اور بالخصوص انگور کے درخت کی تمثیل اور بیت
کی قلم کرنے والی چھری وغیرہ بیان سے نہایت خوش ہوا۔ مینے اِس
گاؤں میں صبح اور شام دونوں وقت بہت آدمیوں کے سامنے منادی
کی اور اُنہوں نے ایسے فکر کے ساتھ سنی کہ مجھے خیال نہیں کہ مینے کسی

اَور جگہ لوگوں میں اُس قدر فکر دیکھی ہو ۔

لیکن دیہات کے کام سے متعلق نہایت دلچسپ احوال ایک درزی کا ہے جس نے مقام جلیبیہ کے متصل فرنچ صاحب سے اِس طرح خطاب کیا کہ اے صاحب مجھے معلوم ہے کہ آپ کون ہیں آپ خداوند کے خادم ہیں۔ فرنچ صاحب نے اُس سے پوچھا کہ خداوند تم کس کو کہتے ہو اُس نے جواب دیا خداوند یسوع مسیح کو۔ اِس آدمی نے اپنا حال یہ بیان کیا کہ تھوڑا عرصہ گذرا ایک دیسی واعظ اس گاؤں میں آیا اور اُس نے خداوند یسوع مسیح کا حال لوگوں کو بتایا جب اُس کا کلام ختم ہوا اُسوقت اُس نے ایک آدمی کو ایک رسالہ دیا لیکن اُس شخص نے اُسے پھاڑ کر زمین پر پھینک دیا۔ مینے اُن ٹکڑوں کو اُٹھالیا اور جوڑ کر اُس کو پڑھنا سیکھا۔ اِس کے بعد مینے اپنے دوستوں سے اُس کی نسبت بات چیت کی اور بہت سے آدمی اُن میں سے مجکو اپنا استاد سمجھنے لگے۔ اِس شخص نے فرنچ صاحب سے کہا کہ آپ میرے مکان پر تشریف لائیے فرنچ صاحب نے درزی کے گھر کا صحن ایسے آدمیوں سے بھرا ہوا پایا جو دین کی باتیں دریافت کرنے کی خواہش رکھتے تھے اور جب کبھی اُن کا گذر ادھر سے ہوتا تھا وہ اُس سے بھی ملاکرتے تھے ۔ انجام کار اُنہوں نے بڑی خوشی کے ساتھ اُسے رستہ کے کنارے پر کسی پانی میں بپتسمادیا ۔

آگرے کا پچھلا سال نہایت ہمت بڑھانے والا تھا چنانچہ فرنچ صاحب

لکھتے ہیں تو لا یہ سال بالکل بے ثمرہ نہیں گذرا۔ مینے خود سات بالغوں کو بپتسمہ دیا اور پادری شِنائیڈر صاحب نے بھی چند آدمیوں کو بپتسما دیا۔ اِن سات نو مسیحیوں میں سے دو منشی ہیں جو صاحب لیاقت اور استعداد ہیں۔ کالج کی اوپر کی فارسی اور عربی جماعتیں اُن کے سپرد کی گئی ہیں۔ . . شاید خدا کی مرضی یہ ہو کہ کبھی اُن کو اپنی کلیسیا میں مُبشّر یا پاسبان بنائے۔ جو درس کہ مینے ہفتہ میں دو مرتبہ دیسی زبان میں اِس سال میں زیادہ تر عرصے تک علم الٰہی اور مضامین کتاب مقدس پر دئے ہیں اُن پر اُنہوں نے بہت توجہ کی ہے اور جو تعلیم مَیں اب میرٹھ کے نو مسیحی منشی چال کو جو پادری بننے والے ہیں ہر روز دیتا ہوں اُس میں بھی یہ دونوں شریک ہوتے ہیں۔ . . . ایک تیسرے منشی کو جو اُن کی نسبت استعداد اور لیاقت کم رکھتا ہے کالج کی ایک نیچی جماعت تھوڑے عرصے میں سپرد کر دی جائیگی اِن سبھوں نے مسیح کے واسطے سب کچھ چھوڑ دیا ہے اور اُس کے نام کی خاطر بہت سخت ملامتیں اُٹھائی ہیں۔ مینے ایک خط پڑھا جس کو اُن میں سے ایک کے پاس کسی مفتی صاحب نے جس کی بیٹی کے ساتھ چھوٹی عمر میں اُس کی نسبت ہوئی تھی بھیجا تھا اُس نے اُن کو یہ لکھا تھا کہ مجھے اُمید ہے میرے مسیحی ہونے کی وجہ سے مجوّزہ نکاح میں خلل نہ پڑے گا۔ مفتی صاحب نے اِس کے جواب میں یہ تحریر کیا کہ میں فاطمہ کے عوض تمہاری عقل پر لعنت بھیجتا ہوں۔ تمہارے عیسائی ہونے کے

سبب سے میرے نزدیک تم اور تمہارے سب عزیز و اقارب مر گئے۔ ایک اور
ان نومسیحیوں میں سے حال میں بھرت پور کو جہاں اُس کے رشتہ دار رہتے
ہیں اِس لئے گیا تھا کہ اُن سے ملاپ کرنے کی کوشش کرے مگر اُس نے
اُن کو نہایت سخت دل پایا۔

And this is life eternal, that they might know you the only true God, and Jesus Christ, whom you have sent. (John 17:3)
Dear Brothers and Sisters in Christ,
We greet you in the name of our redeemer Lord Jesus Christ, May God in Jesus Christ pour out his abundant mercies upon you all.
Yours in Christ,
Evg. Yousaf Masih (founder)
Rev. Michael Joseph…cscentrkr@gmail.com
Evg. Joy Jacob …adrxdesigner@gmail.com

چوتھا باب

زمانۂ غدر کا حال اور فرنچ صاحب کا رخصت پر جانا

۱۸۵۷ء کے شروع ہونے پر کسی کو ذرا بھی خیال اُن مصیبتوں کا نہ تھا
جو پیش آنے والی تھیں۔ فرنچ صاحب نے ایک خط ۴ مئی کو تحریر کیا اُس
میں مشن کے کام اور نئی تجویزوں کا تو بہت ذکر ہے مگر جو فساد برپا ہونے والا
تھا اُس کی طرف مطلق اشارہ تک نہیں ہے۔ اِس خط کے لکھے جانے
کے ایک ہفتے ہی بعد میرٹھ میں بغاوت شروع ہو گئی اور گیارہ مئی کو
آگرے میں اُس کی خبر پہنچی ✦

ہمارا یہ منشا نہیں ہے کہ اُن جوش و خروش کے دنوں کے مفصل حالات
بیان کریں۔ صرف اُن باتوں کا ذکر کیا جائیگا جو فرنچ صاحب سے تعلق
رکھتی ہیں اور اُن کی خصلت کو ظاہر کرتی ہیں ✦

اِس بات کا حال پڑھنا نہایت دلچسپ اور نصیحت آمیز ہے کہ
کس طرح یہ مرد خدا اپنے ایمان اور اطمینان کے سبب جب تک ہو سکا
معمولی کام میں مشغول رہے۔ بتاریخ ۲ جون وہ لکھتے ہیں قولہٗ ہم نے
حال میں سوا بغاوتوں اور کشت و خون کی خبروں کے اور کوئی بات
بہت کم سنی ہے . . . . اِس کے بعد کہ مَینے پچھلا خط لکھا تھا ہمیں نہ

دن کو نہ رات کو اپنے گھر سے کہیں جانے کی ضرورت ہوئی ہے گو بہت
صاحبان احتیاطاً شاید بغیر ضرورت کے ایسا کرتے ہیں۔ اِس جگہ کئی
مقامات کی مورچہ بندی کی گئی ہے ۔ اور یورپین پلٹن اور دیگر والنٹیئر
سپاہی اُن کی حفاظت کے لئے مقرر کئے گئے ہیں اور چند لوگ وہیں
جا کر رات کو سوتے ہیں۔ میں صبح کے سکول کے بعد کاٹی کسٹون کی
جماعت پڑھانے کے علاوہ جو کتاب لکھنا چاہتا ہوں اُس کی طیاری
میں اور غیر زبانوں کے حاصل کرنے میں بھی اچھی ترقی کرتا ہوں۔ صرف
ہمارا منادی کا کام بالکل بند ہو گیا ہے۔ البتہ دین کے متلاشی بھی بہ نسبت
پہلے کے کم ہیں۔ اِس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ اب بھی ہم کو بہت کچھ امن
و آرام حاصل ہے اور در حقیقت اُس وقت سے کہ جب ۳۱۔ مئی کو ہماری
پلٹنیں موقوف کی گئی تھیں برابر حاصل رہا ہے . . . . اِن کلمات
سے کہ تو اپنے ڈیرے سے کے پس دے میں مجھے پوشیدہ رکھیگا
مجھے نہایت ہی تسکین حاصل ہوئی ہے۔ جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے
وہ سب خدا کے ہاتھ میں ہے۔ ماہِ جولائی کے شروع میں انگریز قلعے
میں چلے گئے اور شاہ گنج کی لڑائی کے بعد جو تاریخ ۵ جولائی ہوئی اُن کو
اُس کے اندر بند رہنا پڑا۔ جج صاحب اور ریکس صاحب معہ اپنی
میم صاحبہ کے اور میجر ریکش صاحب معہ اپنی میم صاحبہ اور ایک
بچے کے اور فرنیچ صاحب معہ اپنی میم صاحبہ و دو بچوں کے علاوہ آبادوں

کے صرف تین کمروں میں رہا کرتے تھے جن میں سے ایک میں صاحب
لوگ رات کے وقت سویا کرتے تھے اور دن کو اُسی کمرے میں مل کر سب
کھانا کھاتے تھے اور باقی دو کمرے میم صاحبوں اور بچّوں کو دئے گئے *
لیکن غالبًا ہندوستان کے عیسائیوں میں فرینچ صاحب جو زیادہ
مشہور ہوئے اُس کا سبب اُن کا وہ سلوک تھا جو اُنھوں نے سکندرہ
کی بستی کے عیسائیوں کے ساتھ کیا۔ یہ لوگ اپنا سب مال و اسباب کھو
چکے تھے۔ اور بتاریخ ۴ و ۵ ماہ جولائی وہ سکندرہ کو چھوڑ کر ایک جگہ پہ آکر
ٹھیرے تھے جو قلعہ کی توپوں کے نیچے تھی چند عرصہ تک وہ منّت کرتے
رہے کہ ہمیں قلعہ کے اندر آنے دو کیونکہ اُن کو یقین تھا کہ اگر باہر رہینگے
تو ضرور مارے جائینگے مگر کسی نے اُن کی نہ سُنی۔ اِس حال میں فرینچ
صاحب نے لفٹنٹ گورنر کالِوِن صاحب کی طرف رجوع کی اور اُنسے
عیسائیوں کو قلعے میں لانے کی زبانی اجازت حاصل کی۔ لیکن جب
وہ اُن کو قلعے میں لانے لگے تو قلعہ دار نے روکا اور اندر آنے نہ دیا۔ فرینچ
صاحب نے بہت کچھ کہا سُنا اور جب دیکھا کہ حجّت سے کچھ فائدہ ہوتا
نہیں نظر آتا اُس وقت اُنھوں نے عیسائیوں کے ساتھ قلعے کے باہر
رہنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اِس موقع پر قلعہ دار کے ایڈیکانگ صاحب
نے فرینچ صاحب کو الگ لیجا کر سمجھایا کہ بریگیڈیر صاحب سے تحریری حکم
عیسائیوں کے اندر لانے کے واسطے حاصل کیجئے۔ اِس کے بعد کوئی دِقت

پیش نہیں آئی اور یہ واقعہ تمام ہوا۔ لیکن چونکہ فرنچ صاحب نے اِس
بڑے خطرے کے وقت عیسائیوں کے ساتھ نہایت ہمدردی ظاہر کی اور
اُن کے شریک حال رہنے کو بھی طیار ہوئے اِس واسطے اُنہوں نے
ہندوستان کے مسیحی دلاوروں میں واجبًا اعلیٰ درجہ پایا ہے *

یہ بات قابل غور ہے کہ مشن کالج کے طالب علموں کا طور وطریق غدر
جیسے نازک وقت میں کس قسم کا تھا۔ حقیقت میں وہ قابل تعریف
تھا۔ فرنچ صاحب نے بتاریخ ۲۰ اگست لکھا قولہ' میرا دل پہلی جماعت
کے طلبا سے بہت خوش ہوتا ہے کیونکہ وہ باوجود عام لوگوں کے شور مچانے
کے دلی توجّہ اور رضامندی کے ساتھ روزمرّہ دینی تعلیم پاتے ہیں۔ اِسی
قسم کی شہادت رائٹ صاحب بھی دیتے ہیں۔ قولہ' اوپر کی جماعتوں
کے اکثر طالب علموں نے کُل زمانۂ غدر میں ہمارے ساتھ ایک طرح کی
محبّت ظاہر کی۔ اُن میں سے بعض باوجود خطرہ ہونے کے قلعہ میں
ہم سے ملنے کو آئے اور بعض نے کالج یا ہمارے ذاتی کُتب خانوں کی
کتابیں جو سڑک کے کنارے پر پڑی ہوئی تھیں تلاش کرکے جمع کیں۔۔۔۔
سکول کے ایک مدرّس وُڈ صاحب کی جماعت کے ایک لڑکے نے
اُن کی بیماری کے وقت جب کوئی نوکر نہیں مل سکتا تھا قلعے کے اندر
اور باہر رات دن اُن کی خدمت گذاری کی ایک لڑکا جو اب میری
جماعت میں پڑھتا ہے ایک میم اور اُس کے بچّوں کی جان بچانے کا بڑا

وسیلہ ہُوا۔ اُس کے باپ نے اُن کے واسطے ہندوستانی کپڑے بنوائے
اور اُن کو اپنے گھر میں اُس وقت تک چھپا رکھا جب تک کہ وہ صحیح و
سلامت قلعہ کے اندر نہ پہنچ سکے۔ اس لڑکے کو جس کا نام برج بلب
ہے بعد میں ایک سرکاری عہدہ انعام کے طور پر دیا گیا۔ رائٹ صاحب
یہ بھی لکھتے ہیں قولہٗ غدر سے پہلے چھٹی جماعت کا ایک لڑکا مجھ سے
کہنے لگا کہ آپ اپنی بیش قیمت چیزیں میرے حوالہ کر دیجئے لیکن میں
عام دیوانہ پن میں مبتلا ہونے کے سبب سمجھتا تھا کہ کچھ نہیں ہوگا مگر میرے
ایک دوست نے جو مجھ سے زیادہ عقلمند تھا اپنا نہایت قیمتی اسباب
اُس لڑکے کے سپرد کیا جب پھر امن ہوا اُس نے سب واپس دیدیا۔
اس لڑکے بلب رام نامی کو اُس کے ہمسایوں نے صاحب لوگوں کے
مال کی حفاظت کرنے کے سبب اکثر دھمکایا۔ فرنچ صاحب اپنے
خطوں میں اس بات کا بھی ذکر کرتے ہیں کہ جس قدر سرکاری اور
دیگر مکانات کو نقصان پہنچایا گیا اُس قدر مشن کے مکانات کو نہیں
پہنچایا گیا اور اُس سے اُس قدر عداوت بھی نہیں ظاہر ہوتی تھی +

قلعہ کے اندر رہنے کے پچھلے دنوں میں فرنچ صاحب کی میم صاحبہ
کی صحت میں خلل آگیا تھا اس واسطے ۱۸۵۸ء کے شروع میں اُنکے
خاوند نے اُن کو معہ بچوں کے ولایت جانے کے واسطے کلکتہ تک پہنچایا
اور ایک برس کے بعد وہ خود بھی ماہِ فروری ۱۸۵۹ء میں ولایت کو

چلے گئے ۔

فرنچ صاحب انگلستان پہنچنے کے بعد خوش نہ تھے اور اُن کو وہاں بہت آرام بھی نہیں ملا کیونکہ اکثر دیگر مشنری صاحبان کی طرح جو رخصت لیکر جاتے ہیں اُن کو بھی بہت جلسوں میں مشن کے کام کی مدد میں تقریریں کرنی پڑیں ۔

اُنہوں نے ماہ مارچ ۱۸۶۰ء میں ولایت میں ایک برس رہنے کے بعد سینٹ پال چرچ واقعہ کلفٹن کا کیوریٹ ہونا منظور کیا۔ اگرچہ یہ بڑی محنت کا کام تھا اِس سے مشن کے کام کو بہت فائدہ پہنچا کیونکہ اس کے باعث بہت سے دوست پیدا ہو گئے اور جنہوں نے پنجاب میں کام کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ اُن سے بڑی مدد ملی ۔

فرنچ صاحب ماہ اکتوبر ۱۸۶۱ء میں کلفٹن سے رخصت ہوئے ۔ اُنہوں نے ہندوستان کو واپس آنے کا ارادہ کر لیا تھا لیکن اُن کو ڈاکٹر نے کہا کہ روانہ ہونے سے پہلے تین مہینے آرام کیجئے۔ یہ وقت اُنہوں نے برائٹن میں صرف کیا۔ ہندوستان کو واپس آنے کا ارادہ کرنے میں اُنکو بہت مشکلات پیش آئی تھیں وہ ایک خط میں جو اُنہوں نے فرسٹ صاحب کو تاریخ ۵ ماہ ستمبر ۱۸۶۱ء لکھا یہ تحریر کرتے ہیں قولہٗ آپ کو اِس بات کے سننے سے تعجب ہو گا کہ مجھے اِس امر کے فیصلہ کرنے میں کہ ہندوستان کو پھر واپس جانا چاہئے کیسی مشکلات پیش آئی ہیں

یا شاید اس طرح کہنا زیادہ درست ہوگا کہ بیٹے دوسروں پر اس بات کا بخوبی ثابت کرنا دشوار پایا ہے کہ بغیر ایک دفعہ آور امتحان کئے ہندوستان کا کام نہیں چھوڑنا چاہئے۔ میری غریب بیوی نے بے شک بہت کچھ دُکھ اُٹھایا ہے اور میری طاقت بھی ہندوستان میں آٹھ برس کے عرصے میں اس قدر زائل ہوئی کہ جس قدر یہاں پچیس برس میں ہوتی پھر بھی میرا دل شہادت دیتا ہے کہ مشنری صاحبان کا جلد ہمت ہار دینا انگلستان کے مسیحیوں کے واسطے سخت دل شکنی کا باعث ہوگا۔ فرینچ صاحب ۷ ماہ فروری ۶۲ء کو اپنی میم صاحبہ سے رخصت ہوکر ہندوستان کو ایک دفعہ پھر آنے کے واسطے لندن سے روانہ ہوئے

پانچواں باب

ڈیرہ جات کے کام اور انگلستان کو واپس جانیکا بیان

ہندوستان کو واپس آنے کے بعد جو کام فرنچ صاحب نے اختیار کیا وہ آگرہ
کے کام سے بالکل مختلف تھا۔ کرنیل ریِنِل ٹیلر صاحب نے بڑی فیاضی
کے ساتھ یہ اقرار کرکے کہ میں دس ہزار روپئے یکمشت دونگا اور جب تک ہندوستان
میں رہونگا سو روپئے ماہوار چندہ کے طور پر دیتا رہونگا چرچ مشنری سوسائٹی کو
ڈیرہ جات میں کام شروع کرنے کے لئے آمادہ کیا تھا۔ اور سر رابرٹ
مانٹ گومری صاحب نے بھی ایک ہزار روپئے سالانہ دینے کا وعدہ کیا
تھا پس فرنچ صاحب کو چرچ مشنری سوسائٹی کی طرف سے یہ خدمت
سپرد ہوئی کہ اِس وحشی سرحدی ضلع میں مشن کا کام شروع کریں ✦

وہ ڈیرہ اسماعیل خاں میں عیدالقیامت کے دوسرے دن پہنچے اور
اِس گرم مقام میں ماہِ اگست تک رہے بعد ازاں شیخ بُودِین کے پہاڑ
کو جو کوہِ سلیمان پر سمندر سے ۴۰۰۰ فیٹ اونچے واقع ہے گرمی سے بچنے کے
لئے چلے گئے ✦

جو تھوڑی مدت یہاں گذری اُس کی نسبت تھوڑا حال بیان کرنے کے
لائق ہے۔ اُن کا وقت نئی زبانوں کے حاصل کرنے اور انجیل کی منادی

میں صرف ہوتا تھا۔ دریا کے کنارے کے متّصل منادی کرنا وہ بہت پسند کرتے تھے ۔

فرینچ صاحب ماہ ستمبر میں ایک لمبا دورہ کرنے کے واسطے میدان میں وات میں اتر آئے۔ اُن کی یہ خواہش تھی کہ جہاں تک ہوسکے یوروپین طلبان سے نہ ملیں اور افغانوں میں افغان بن کر رہیں ۔

وہ اس وقت کا حال اِس طرح سے بیان کرتے ہیں قولہٗ خان یعنے گاؤں کے سردار اکثر پہلے ہم سے ملنے کے لئے آیا کرتے تھے۔ اور ہمارے آنے کا مقصد دریافت کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ اکثر پہلے یہ سوال کیا کرتے تھے کہ کیا آپ کی ملاقات جرنیل نکلسن صاحب سے تھی کیونکہ اُن کے خیال میں یہ بات سمائی ہوئی تھی کہ انگریزوں کی خصلت اور حکومت میں جو کچھ عمدگی اور رعب داب ہے اُس کے صاحب مذکور گویا مجسّم صورت تھے ۔ اِس کے بعد اُن کا دوسرا سوال اکثر یہ ہوتا تھا کہ کیا انگریز لوگ بھی نماز پڑھتے ہیں یعنے کچھ دین رکھتے ہیں یا نہیں۔ کیونکہ افغان لوگ مقرری وقتوں پر نماز پڑھنے ہی کو دین تصوّر کرتے ہیں۔ اور لوگ بہت کم میرے خیمہ میں آنے کی جرأت کرتے تھے لیکن چانک میں یعنے مٹّی اور پھونس کے اُس جھونپڑے میں جو ہر ایک گاؤں میں مسافروں کے ٹھیرنے اور صلاح و مشورہ کے واسطے لوگوں کے جمع ہونے کے لئے بنایا جاتا ہے اکثر آدمی مل جاتے تھے اِس موقعہ پر مُلّا لوگ سامنے آتے تھے اور مہدی

مذہب کی حمایت میں اپنے آپ کو ایسا دلیر اور لئیق ثابت کرتے تھے کہ بڑے شہروں سے اِس قدر دور دراز مقامات میں ایسے لوگوں کے ملنے سے مجھے تعجب ہوتا تھا ॥

صاحب موصوف نے اِس ضلع میں تھوڑے ہی عرصہ کام کیا۔ ماہ دسمبر میں ڈاکٹر فِینڈِ دَرس صاحب نے اتفاق سے اُن کو جنگل میں لُو لگنے کے سبب سے بیہوش پڑا ہوا پایا۔ اِس کا انجام یہ ہوا کہ ڈاکٹر ویل نے اُن کو ولایت جانے کی ہدایت کی اور یہ بھی کہا کہ اِس بات کی اُمید نہیں ہے کہ آپ آئندہ انجیل کی منادی کے واسطے کسی گرم ملک میں سفر کر سکینگے اِس کے تھوڑے عرصے بعد آس پچ ڈیکن پرس ایٹ صاحب ڈیرہ اسمٰعیل خاں کو ملاحظہ کے واسطے تشریف لائے اور اُنھوں نے کیفیت کی کتاب میں یہ ہدایت پادریوں صاحب کے لئے تحریر کی کہ پادری فرنچ صاحب کے حال سے عبرت حاصل کرنی چاہئے کیونکہ اُن کی اپنی ہی نادانی کی وجہ سے سرحدی مقامات اُن کی خدمت سے محروم ہو گئے۔ سترہ برس کے بعد جب فرنچ صاحب بحیثیت بشپ ہونے کے اِس مقام پر ملاحظہ کے لئے آئے اُن کو یہ تحریر دکھائی گئی اور اُس کو دیکھکر وہ بہت محظوظ ہوئے ॥

ماہ فروری میں وہ پھر انگلستان میں پہنچ گئے اور اِس دفعہ اِس سے پہلے کہ ہندوستان کو واپس آنے کا اُن کو موقعہ ملا ایک عرصہ دراز

تک وہیں رہنا اور کام کرنا پڑا۔ سنہ ۱۸۶۳ء سے سنہ ۱۸۶۹ء تک اُن کو اُس ملک سے جسے اُنہوں نے اپنا مسکن بنایا تھا باہر رہنا ہُوا ۔

اُنہوں نے کچھ عرصے تک موضع ہڈِنگٹن کے گرجا کا کام کیا اور اُن کا اِس مقام کا کام اِس وجہ سے قابل یادگار ہے کہ پہلے یہیں اُن کی ملاقات جان ج میکول گوئز ڈن صاحب سے ہوئی تھی جنہوں نے زیادہ تر اُنہیں کی صحبت کے اثر سے اپنا جان و مال بعد میں ہندوستان میں کام کرنے کے لئے مسیح پر قربان کیا جو لوگ کہ پنجاب کے مشنوں کے احوال سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ کس طرح سے پادری گارڈن صاحب نے آخرکار اپنے خداوند کی خدمت میں اپنی جان قندھار میں دی ۔

جب فرنچ صاحب نے ہڈنگٹن کو چھوڑا تو وہ چیلٹن ہام میں آئے اور وہاں اُنہوں نے پہلے سینٹ جان کے گرجا کا اور اُس کے بعد سینٹ پال کے گرجا کا گلہ بان ہونا قبول کیا اور وہ چار برس سے زیادہ اِس پچھلے عہدے پر مامور رہے ۔

لیکن ماہ اپریل سنہ ۱۸۶۵ء ہی میں اُن کے دل میں پھر ہندوستان کے کام کا دینی جوش جس کو وہ خدا کی طرف سے سمجھتے تھے پیدا ہونے لگا۔ اِس کے بعد جب ایک سال سے زیادہ عرصہ گذر گیا ماہِ اگست سنہ ۱۸۶۶ء میں اُن کے خیالات نے اُس وقت زیادہ تر ایک خاص صورت پکڑی جب کہ اُنہوں نے ایک مضمون اِس باب میں تحریر کیا کہ ہندوستان

کے شمالی مغربی اضلاع اور پنجاب کے واسطے دیسی مبشروں اور گلہ بانوں اور اُستادوں کی تربیت کے لئے ایک کالج قایم ہونا چاہئیے یہ مضمون سٹر یادریوں کے ایک جلسہ میں جو گلوشٹس کی ڈنیرہی میں منعقد ہوا پڑہا گیا اِس مضمون کی نقل بسبب اُس کی طوالت کے نہیں ہوسکتی۔ تاہم اُس کا ذکر یہاں کیا گیا ہے کیونکہ اُسی کے باعث آخرکار لاہور میں سینٹ جان کے ڈیونٹی کالج یعنے مدرسہ علم الٰہی کی بنیاد پڑی سنہ ۶۸ء کے شروع میں چرچ مشنری سوسائٹی نے فرنچ صاحب کی تجویز منظور کی اور اُن سے یہ درخواست کی کہ آپ ہی اِس کالج کو قایم کیجیئے اور پادری فوٹ صاحب کو جو بریس نوز کالج واقعہ اکسفورڈ کے فیلو تھے اُن کا مددگار مقرر کیا۔ اِس امر سے متعلق یہ بات قابل ذکر ہے کہ چلٹن ہام کے لوگوں نے اِس بارے میں کوشش کی کہ اپنے خادم دین کو اپنے درمیان سے نہ جانے دیں۔ اور لشپ الیکو ٹ صاحب بھی اُن کے ساتھ اِس امر میں متفق ہوئے۔ کیونکہ اُن کو یقین تھا کہ فرنچ صاحب ہمارے علاقہ میں بہت فائدہ بخش کام کر رہے ہیں۔ اور اُنکو اِس میں شبہ تھا کہ فرنچ صاحب کا ہندوستان کو پھر جانا جہاں وہ اِس قدر بیمار ہو گئے تھے مصلحت ہے یا نہیں۔ چنانچہ بموجب اُنکے ارشاد کے فرنچ صاحب نے بجائے قطعاً استعفا دینے کے اپنی جگہ ایک شخص قایم مقام مقرر کیا اور آپ ماہ جولائی سنہ ۷۱ء تک مستعفی نہوئے

ایک رخصتی جلسہ بمایئش نوئن کالج واقعہ آکسفوڈ میں جہاں فوٹ صاحب نے تعلیم پائی تھی منعقد ہُوا۔اِس کے ختم ہونے کے بعد جب لوگ کمرے سے باہر نکلے تو اُنہوں نے کہا کہ فرنیچ صاحب تو اُٹھ بچّے اپنے پیچھے یہاں چھوڑے جاتے ہیں اور نوٹ صاحب آٹھ ہزار روپے سالانہ آمدنی کا گرجا ؛

اِس طرح سے ایک بار پھر فرنیچ صاحب ہندوستان کو روانہ ہوئے۔ جو سفر اُنہوں نے اِس دفعہ ہندوستان کو کیا اُس میں جناب معلّے القاب شاہزادہ ویلز صاحب بہادر بھی ملک مصر تک جہاز پر سوار تھے اور کہتے ہیں کہ وہ فرنیچ صاحب کی تجویزوں اور آئندہ کام کے ساتھ بڑی ہمدردی ظاہر کرتے تھے ؛

چھٹا باب

متفرق کاموں کا بیان لاہور میں مدرسہ علمِ الٰہی کا شروع ہونا

فرنچ صاحب اور نوٹ صاحب بمبئی میں وارد ہوئے۔ اور ایک ہفتہ وہاں بسر کیا۔ بعدازاں دُخانی جہاز پر سوار ہو کر کراچی کو روانہ ہوئے۔ اِس بندرگاہ سے فرنچ صاحب بذریعہ ریل کوٹری کو گئے اور وہاں سے پھر دُخانی جہاز پر دریائے سندھ اور چناب کی راہ طے کر کے سترہ دن کے عرصے میں ملتان پہنچے۔ نوٹ صاحب کراچی میں اِس غرض سے ٹھیر گئے تھے کہ انگریزی زبان میں چند درس دیں اور جب تک وہ ملتان میں نہ آئے فرنچ صاحب بیٹ صاحب اور اُن کی میم صاحبہ کے ہاں مہمان رہے بتاریخ ۱۴ ماہ مارچ سنہ ۱۸۶۹ء آخر کار دونوں صاحبان لاہور پہنچے۔

وہ لاہور میں ماہ جون تک رہے۔ کالج کا کام یکایک شروع نہیں ہو سکتا تھا اور اُن کا وقت متلاشیانِ دین کے ساتھ بات چیت کرنے اور شہر کے دروازوں پر اور باغات اور قرب وجوار کے دیہات میں انجیل

کی منادی کرنے میں صرف ہُوا ❊

ماہ جون میں دونوں مشنری صاحبانِ کوہِ مُری کو اس لئے گئے کہ سخت گرمی کے دن وہاں بسر کریں۔ فرینچ صاحب کی طبیعت علیل تھی تاہم وہ کام کرنے سے باز نہ رہے۔ وہ اکثر اُن دیہات میں جو پہاڑوں میں واقعہ تھے جایا کرتے تھے۔ اور تمام رات وہیں رہا کرتے تھے جو عبارات ذیل اُن کے روزنامچہ سے نقل کی جاتی ہیں اُن سے اُن کے اِس کام کی حقیقت ظاہر ہو جائیگی ❊

۲۳ و ۲۴۔ اگست کو بوقت شام دیہات میں گیا۔ تین گھنٹے بہ مشکل پیدل چلا اور ایک توشہ یا توکھے میں سویا۔ چپاتی اور دودھ کھانے کو ملا دو چھوٹے بچے ایڈی تھے اور ولفرڈ الشپ صاحب کے دو چھوٹی بچوں کے نام کے مانند صنوبر کی لکڑی کے فلیتے لئے کھڑے رہے۔ اور اُس کے بعد جب میں کلامِ الٰہی پڑھتا اور بیان کرتا تھا تب بھی وہ فلیتے دکھاتے تھے۔ پھر ایسے ایک چھپر کے نیچے سویا جس میں بلی اور گبریلے تھے۔ اور چمکتا ہُوا چاند نظر آتا تھا۔ صبح کے پانچ بجے اُٹھکر چلا اور کئی دفعہ رستہ بھول گیا۔ بہ دشواری پہاڑ پر چڑھتا ہُوا اُس گاؤں میں پہنچا جو میرے مکان کے تلے واقع تھا۔ اُس سے اوپر چڑھتے ہوئے مجھے بہت گرمی اور تھکن معلوم ہوئی اور میں قریب گیارہ بجے کے لارنس ایسائیلم پر پہنچا اور یہاں سُنا کہ میری تلاش میں بہت شور و غل مچا تھا ❊

۱۳- اگست - رات اُس گاؤں میں جو توچا پہاڑی کے نیچے واقع ہے گذاری
پہلے لوگوں نے بہت ناخوشی ظاہر کی لیکن جس وقت میں نے اپنا تھیلا اور چھاتا اُٹھایا
اور کہا کہ میں جنگل میں جا پڑونگا تو وہ نرم ہو گئے سب سے بڑا زمیندار آیا اور دو ایک
گھنٹے بیٹھا ہوا باتیں کرتا رہا۔ مجھے خیال ہے کہ لوگوں پر کچھ اثر نہوا ہوگا - یہ ایک
نہایت متعصب محمدی شخص تھا میں نے دو گھڑی ایک گائے خانہ میں یا یوں کہو ایسے
گھر میں جس میں گائے بھینسیں کسان اور اُس کا سارا گھرانا سب اکٹھے رہتے تھے
رات کاٹی +

۱- ستمبر میں دو گھنٹے چل کر سات بجے دن کے واپس آیا +
جب کہ مسٹری صاحبان کوہ مری پر ٹھیرے ہوئے تھے انہوں نے ایک گشتی خط شمالی ہند کے
[illegible]ب مشنوں کے نام بھیجا جس میں اپنے مدرسہ علم الٰہی کی تدبیر کا بیان کیا اور یہ ارادہ
بھی ظاہر کیا کہ ہم ۱- جنوری کو مدرسے کا کام شروع کریں گے
لیکن چونکہ ایسی مشکلات پیش آئیں جن کا پہلے سے خیال نہ تھا اور اُن کے
خط کے جواب بھی قدرے ناموافق تھے اِس لئے مدرسے کے کھولنے میں تقریباً
ایک سال کا اور توقف ہوا +

سنہ ۶۹ء کا پچھلا حصہ یوسف زئیوں کے ملک میں دورہ کرنے میں صرف
ہوا۔ پادری بی ڈلی صاحب جو اب کالیڈ ونیا کے اسقف ہیں اِس
سفر میں فرنچ صاحب کے ہمراہ تھے اُنہوں نے چند دلچسپ واقعات اپنی یاد
سے بیان کئے ہیں قولہٗ ایک موقع پر ایک معزز محمدی شخص نے دیر تک گفتگو

کر کے یہ کہا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ بعض آدمی خدا کے پیارے ہوتے ہیں
اور پھر فرنچ صاحب کی طرف اشارہ کر کے یہ بھی کہا کہ میرے خیال میں یہ اُن
میں سے ایک ہیں ایک اور گاؤں کی نسبت رِڈلی صاحب لکھتے ہیں
قولہٗ یہاں کا کام میرے حصّے میں آیا چونکہ ضلع کے ایک معزز رئیس نے خاطر
داری کی اور اُسے دین کی باتوں کے دریافت کرنے کا شوق بھی تھا سو پہلے
مجھے ٹھہرنا پڑا۔ اِس اثناء میں اُس کے بہت سے دوست جمع ہو گئے اور
اُن میں چند جوان مُلّا بھی شامل تھے یکبارگی لوگوں کو یہ خیال ہُوا کہ بوڑھے مُلّا
صاحب کو بھی بُلا کر بحث میں شریک کرنا چاہئے مجھے اِس بات کے سُننے سے
نہایت فکر اور تردد ہُوا کیونکہ میں اِس عالم شخص کی بڑی شہرت سُن چکا
تھا لیکن مینے خدا وند کو ڈھونڈا۔ اور اُس نے میری سُنی جب
میرے نئے حریف تشریف لائے تو سب حاضرین تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ وہ اِس
غرض سے آئے تھے کہ مجھے دبالیں اور اُنہیں کامل یقین تھا کہ ہم کامیاب
ہونگے۔ اُنہوں نے الفاظ کا مینہ برسایا اور عربی اور فارسی کتابوں سے بہت
عبارتیں نقل کیں تاکہ مجھے شرمندہ کریں۔ میں حتّے الامکان دلیری اور دلجمعی
کے ساتھ اُن کی تقریر سنتا رہا۔ لیکن مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنی چالاکیوں
سے اپنے دوستوں کی تعریف حاصل کرینگے اور مجھے شکست کھانی پڑے گی۔
لیکن دفعتاً میرا دل بہت خوش ہُوا کیونکہ مینے فرنچ صاحب کی آواز سُنی اور
میں جانتا تھا کہ وہ میری مدد کرینگے۔ جب وہ پہنچے مینے کھڑے ہو کر کہا کہ یہ میرے

اُستاد ہیں اور اُن کے سامنے مجھے خاموش بیٹھکر دانائی سیکھنی چاہیئے۔ اور میننے مختصر طور پر یہ بیان کیا کہ میں اِس بات کے ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ نجات صرف یسوع مسیح ہی کے وسیلے سے حاصل ہو سکتی ہے جس کی نبیوں نے پہلے سے خبر سنائی اور صاحب الہام رسولوں نے بعد میں بشارت دی۔ فرینچ صاحب نے فوراً اِس مضمون پر گفتگو شروع کی اور جیب میں سے گھڑی نکال کر یہ تجویز پیش کی کہ مَیں اور مُلا صاحب باری باری سے پانچ پانچ منٹ تک کلام کریں حاضرین نے اِس تجویز کے ساتھ اپنی رضامندی باوازِ بلند ظاہر کی مگر مُلا صاحب اُس سے خوش نہوئے بحث آگے بڑھی اور سیّد صاحب نے وہی چالاکیاں فرینچ صاحب کے ساتھ بھی کرنی چاہیں جو میرے ساتھ کی تھیں۔ لیکن اُن کو اُنھوں نے اپنے مقابلے کا آدمی پایا۔ فرینچ صاحب کو بار بار کتاب اللہ کی عبارتیں نقل کرنی پڑیں اور یہ اُنھوں نے اصل عبرانی اور یونانی زبان سے بغیر ترجمے کے نقل کیں۔ اور یہ عذر پیش کیا کہ سیّد صاحب جیسے عالم شخص کو کچھ ترجمے کی ضرورت نہیں۔ جب ہمارے میزبان نے دیکھا کہ رنگ بدلتا ہے تو نہایت عقلمندی سے اپنے بڑے اُستاد کی مدد اِس طرح پر کی کہ اُٹھکر ہم سے کہا کہ اے صاحبو اِس محنت سے آپ ضرور تھک گئے ہونگے پس بہتر ہے کہ آپ اُٹھکر تھوڑا کھانا تناول فرمائیں اگرچہ وہ آپ جیسے علم معرفت کے اُستادوں کے لائق نہیں ہے +

فرینچ صاحب نے ماہِ نومبر اور دسمبر کا کچھ حصہ پشاور میں صرف کیا اور بڑا دن

اپنے احباب آنام سٹن صاحب اور اُن کی میم صاحبہ کے ساتھ راولپنڈی
میں صرف کیا۔ بعدازاں فرینچ صاحب سنہ ۱۸۵۶ء کے شروع میں ملتان کو
گئے۔ اگرچہ اِس مقام پر ہمیشہ مشن کے کام سے سخت مخالفت ہوتی رہی
ہے اور فرینچ صاحب کا تجربہ اُس کی آئندہ حالت کا گویا ایک نمونہ تھا تاہم انکو
کبھی کبھی ایسے آدمی بھی ملتے تھے جن سے مسیحی دین کی ترقی کی اُمید ہوتی تھی۔
فرینچ صاحب نے ماہ مارچ میں تحریر کیا قولہٗ ملتان کے مُلّا اور سیّد اور مخدوم سب
اِس بات کے لئے نہایت کوشش کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں کہ خدا کی
روشنی کو داخل ہونے نہ دیں تاہم اِس میں شبہ نہیں ہوسکتا کہ بعض آدمیوں
کے دل اُس کے آگے کانپتے ہیں اور وہ اُس کا اقرار کرتے ہیں اور اُس کی
طرف مائل بھی ہیں۔ میں ایک مُلّا کو جو حق کا بڑا مخالف تھا فراموش نہیں کر
سکتا۔ اُس نے کئی ملاقاتوں کے بعد ایک ملاقات مجھسے کی اور اُس کے آخر
میں کہا کہ میرے واسطے دعا مانگئے کہ مجھے راہِ حق مل جائے۔ ہاں اپنے دل و جان
سے میرے واسطے دعا مانگئے۔ کیا آپ دعا مانگنے کا وعدہ کرسکتے ہیں۔ یہ مُلّا دو مشہور
شخصوں یعنی رحمت اللہ اور وزیر خاں کا جنہوں نے اسلام کا طرفدار ہو کر ڈاکٹر
فینڈر صاحب سے مباحثہ کیا تھا دوست تھا۔
ماہ جولائی میں فرینچ صاحب پھر پہاڑ پر آب و ہوا کی تبدیلی کے واسطے گئے۔
اور جب وہ کسولی پر تھے اُنہوں نے یہ غمناک خبر سُنی کہ اُن کے ہم خدمت نوٹ
صاحب نے انتقال کیا پشاور کے چیپ لین صاحب صحت میں فتور آنے

کی وجہ سے چلے گئے تھے۔ اور نوٹ صاحب نے اپنی مرضی سے وہاں ٹھیرنا اور گوروں میں کام کرنا قبول کیا تھا۔ رڈلی صاحب نے اُنہیں جانے کے لیئے جہاں تک ہوسکا سمجھایا اور یہ کہا کہ آپ بہت دن پشاور میں زندہ نہ رہ سکینگے۔ اِس کا جواب اُنھوں نے اطمینان کے ساتھ یہ دیا کہ میں مرنے ہی کو آیا ہوں یہی خدا کی مرضی ہے میں یہیں رہونگا ؞

اب فرنچ صاحب کالج کی عمارات کے لئے روپیہ جمع کرنے اور کل کام کا انتظام کرنے کے واسطے اکیلے رہ گئے۔ وہ ایک قطعہ زمین کا دیکھ چکے تھے جو اُن کے مطلب کے موافق تھا۔ اور جب تک وہ نہ ملا اُس کے حاصل کرنے کے واسطے برابر کوشش کرتے رہے۔ آخر کار بہت مشکلات کے بعد اُنھوں نے بتاریخ ۵۔ نومبر ۱۸۶۸ء اپنے روزنامچہ میں یہ لکھا۔ قولا مہا سنگھ کا باغ جس میں مدرسہ علم الٰہی تعمیر ہوگا آج خرید لیا گیا۔ خداوند مہربانی سے اُس کو اپنا بنا لے۔ اور اُس کی آنکھیں اور اُس کا دل ہمیشہ اُس پر لگے رہیں۔ اِس قلیل کوشش کا ثمرہ یہ ہو کہ اُس کا جلال ظاہر ہو اور اُس کی صداقت اور اُس کی بادشاہت ترقی پائیں۔ خدا اُس کے بھنڈار پر اپنی برکت نازل فرمائے اور یہ بخشے کہ جو نیا کام اب شروع کیا گیا ہے اُس سے متعلق خدا کی خدمت کے واسطے لائق آدمی ہمیشہ ملتے رہیں ؞

ساتواں باب

مدرسۂ علم الٰہی کا بیان

بتاریخ ۱۲ ماہ نومبر ۱۸۳۰ء چار طالب علم امتحان کے بعد مدرسے میں داخل کئے گئے اور دوسرے دن فرنیچ صاحب نے اپنے روزنامچہ میں یہ لکھا قولہ' ڈیونٹی سکوُل آج شروع ہُوا اور ہمینے درسوں کے چھ سلسلے مقرر کئے۔ جبکہ خداوند ہی گھر نہ بنائے تو اُن کی محنت جو اُس کو بناتے ہیں بے فائدہ ہے۔ وہ اِس کام کے لئے تنہا نہ رہے کیونکہ پادری کِلارک صاحب نے انگلستان سے تار بھیجا کہ میں آپ کی مدد کے لئے آتا ہوں اور بڑے دن کے بعد وہ خود جلد آپہنچے۔

پادری کلارک صاحب نے ضروری مکانوں کی تعمیر کا اہتمام اپنے ذمّہ لے لیا اور تھوڑے ہی عرصے میں وہ مقام ایک مدرسہ نظر آنے لگا۔ اس میں تین مربع شکل کے صحن تھے جن میں سے پہلے میں پرنسپل صاحب کا مکان اور کتب خانہ اور چیپل اور دوسرے میں تیرنے کا حوض اور بن بیاہے طلبا کے واسطے کمرے تھے اور تیسرے میں بیاہے ہوؤں کے واسطے گھر تھے۔ لیکن عمارت کی شکل جیسی اب ہے ویسی کئی سال تک نہ تھی۔ کیونکہ چیپل ۲۴ فروری ۱۸۳۳ء تک نہیں کھولا گیا۔ یہ چیپل پادری

جی۔ایم۔ گارڈن صاحب مرحوم کا یادگار ہے اور کچھ اُس روپئے سے جو اُنہوں نے بطور چندہ کے جمع کیا تھا اور کچھ اُس روپئے سے جو اُنہوں نے چھوڑا اور کسی قدر اس روپئے سے جو اُن کے دوستوں نے دیا بنایا گیا۔

مدرسے کے کھولے جانے کے بعد علاوہ اُن درسوں کے جو مقرری وقتوں پر طالب علموں کو دئے جاتے تھے اور قسم کے کام بھی ہوتے تھے۔ متلاشیان دین آتے تھے اور بعض اوقات بذریعہ بپتسما پانے کے مسیح کا اقرار کرتے تھے چنانچہ بتاریخ ۱۳ مارچ ۱۸۸۴ء فرنچ صاحب نے برہمو سماج کے ایک معزز ممبر کی نسبت جو پہلے مسیحی دین کا سخت دشمن تھا یہ لکھا قولہ اُس کا دل حال میں قدرے مسیح کی طرف مائل ہؤا ہے۔۔۔تین راتیں گزریں کہ اُس نے ایک خواب دیکھا جس میں اپنے آپ کو بڑی مصیبت میں مبتلا پایا۔ اور ایک بوڑھا آدمی نظر آیا جس نے اُس سے دو مرتبہ یہ کہا کہ رسولوں کے اعمال کا نواں باب پڑھ۔ پس اُس نے پلنگ پر سے اُٹھکر اُس باب کو ساری رات پڑھا۔ اور اُس پر غور کرتا رہا۔ لیکن وہ آیت جس نے اُس کے دل پر زیادہ تاثیر کی یہ تھی۔ اے خداوند تو کیا چاہتا ہے کہ مَیں کروں جو اثر اُسکے دل پر اس طرح سے ہؤا وہ اُس کو مٹا نہ سکا اور وہ جمعہ کے دن مجھ سے ملنے کو آیا۔ لیکن مَیں امرتسر وعظ سنانے کے واسطے چلا گیا تھا۔ آج وہ پھر آیا اور اُس نے مجھ سے التجا کی کہ مجھے بپتسما دیجئے۔ اُسکو بتاریخ ۱۴۔ مارچ بپتسما دیا گیا۔

ایک اور شخص کی کیفیت بھی دلچسپ ہے ۔ ایک کشمیری پنڈت اپنے ملک کے کسی مندر میں پوجاری تھا ۔ اتفاقاً اُس کے ہاتھ سے بت گر گیا اُس نے اُس کے آگے جُھک کر اُس سے منّت کی اور اُس کے لئے بستر بچھایا اور نرم تکیے لگائے ۔ غرضکہ جو کچھ ہو سکا اُسے آرام پہنچانے کے لئے کیا لیکن بت نے اُس کی خدمتوں پر کچھ توجّہ نہ کی پس اُس نے سوچا کہ میں نے کوئی بڑا گناہ کیا ہے جس کے سبب بُت اِس قدر ناراض ہے ۔ اور کشمیر سے بھاگ کر اُس نے بہت سے تیرتھ اِس اُمید سے کئے کہ مجھے اطمینان حاصل ہوگا مگر اُس کا مقصد پورا نہ ہوا ۔ اِس کے بعد اُس نے محمّدی مذہب کو آزمایا لیکن اُس سے بھی اُس کی مطلب برآری نہ ہوئی بعد ازاں مقام ٹانک میں جان ولیم صاحب سے اُس کی ملاقات ہوئی اور اُن کے سمجھانے سے وہ لاہور کو آیا اور انجام کار اُس کو اُس تیرنے کے حوض میں جسے بدل کر بپتسما کا حوض بنا لیا تھا بپتسما دیا گیا ۔

جیسے پہلے ذکر ہو چکا ہے ۔ کالج صرف چار طالب علموں سے شروع کیا گیا تھا اُن کا شمار جلد سات ہو گیا ۔ اور تیسرے برس میں طالب علم بیس ہو گئے اِس سے معلوم ہوا کہ جو اندیشہ قبل سنہ [illegible]ء کے طالب علموں کے نہ ملنے کی نسبت ظاہر کیا گیا تھا بے اصل تھا ۔ جتنے طالب علم کالج میں داخل کئے گئے اُتنے ہی اور بھی آئے مگر وہ داخل نہیں کئے گئے کیونکہ فرنچ صاحب صرف نہایت لائق شخصوں کو دینی خدمت کے لئے تربیت دینا چاہتے تھے ۔

لیکن اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ بعد میں طالب علموں کا یہ شمار قائم نہ رہا اور ان کے ملنے میں اکثر دقتیں پیش آئی ہیں۔

کالج کے طلبا دور دراز مقامات سے آئے تھے اور مختلف اقوام سے تھے چنانچہ پٹھان اور راجپوت اور پنجابی اور کشمیری ان میں شامل تھے اور ان میں سے بعض مسلمانوں میں سے مسیحی ہوگئے تھے اور بعض ہندوؤں میں سے اور ایک سکھ بھی تھا۔

پرنسپل صاحب سمجھتے تھے کہ نوجوان مسیحیوں کو انگریزی طور وطرز اختیار کرنے کی اجازت ہرگز نہیں ہونی چاہئے۔ اسی واسطے ایک شرطیہ مقرر کی گئی تھی کہ کالج کے طلبا دیسی لباس پہنیں۔ ڈاکٹر عماد الدین صاحب لکھتے ہیں قولاً ایک دن ایک کاٹی کیڈٹ صاحب انگریزی لباس پہنے ہوئے دہلی سے کالج میں پڑھنے کے واسطے آئے۔ فرنچ صاحب نے ان کو ایک ہفتہ کی مہلت دی تاکہ وہ دیسی لباس پہن لیں اور اسلئے کہ انہوں نے نہیں پہنا فرنچ صاحب نے ان کو جماعت سے اٹھا دیا اور فوراً دہلی کو واپس بھیجدیا۔

جن صاحبان نے بحیثیت کالج کے استاد ہونے کے فرنچ صاحب کی مدد کی وہ سب پنجاب میں نامی شخص ہیں وہ یہ ہیں۔ بزرگوار پادری کلارک صاحب اور پادری کیبیٹ مَن صاحب اور پادری وِیڈ صاحب اور پادری گوس ڈن صاحب جو ملک ایران سے قحط کا کام کرنے کے بعد

آئے تھے اور پادری ہیوپر صاحب اور پادری شرف صاحب
جو بیس برس سے زیادہ لاہور میں مقیم رہے اور فرنچ صاحب ہی کے اثر سے
مشنری ہو جانے کی طرف مائل ہوئے تھے۔ اُن کی نسبت فرنچ صاحب
نے لکھا تو لا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو تقریر میں نے پانچ برس ہوئے اوکسفورڈ
میں کی تھی اُس کے باعث اُن کے دل میں مشن کے کام کی نسبت جوش
پیدا ہوا۔ میں کسی جگہ جانے سے اِس قدر ناراض نہوا جس قدر اُس موقعہ
پر اوکسفورڈ کو جانے سے ناراض تھا۔ کون جانتا ہے کہ خدا اُس سے کیا
کام لینا چاہتا ہے ؁

۱۸۶۸ء کے شروع میں بیماری کے سبب سخت مصیبت پڑی فرنچ
صاحب خانپور کو دورہ کے لئے گئے تھے اور وہاں مرض اسہال میں مبتلا
ہو گئے۔ بیٹ من صاحب اُن کے ہمراہ تھے۔ لیکن فرنچ صاحب نے
اُن کے چلے جانے پر اصرار کیا۔ کیونکہ کالج کے ورس اور کام ۱۵ جنوری کو
شروع ہونے والے تھے۔ اور وہ سمجھتے تھے کہ اِس سے بدتر کوئی بات نہیں
ہو سکتی کہ طالب علموں کو یہ خیال ہو کہ ہماری پڑھائی اور سب باتوں پر مقدم
نہیں ہے۔ اور بیٹ من صاحب نے بھی دیکھا کہ اِس حال میں میری
موجودگی سے فرنچ صاحب دق ہوتے ہیں اور اُس سے اُن کو اتنا نقصان
پہنچتا ہے جتنا کہ میری عدم موجودگی سے نہ ہوگا۔ اِس واسطے اُنھوں نے
فرنچ صاحب کو جس حال میں کہ وہ بڑی تکلیف میں تھے ایک دلیسی کشتی

پر سوار کرایا اور آپ لاہور کو جلدی سے واپس چلے آئے۔ خدا کا ایسا کرنا ہوا کہ
ایک دخانی جہاز اُدھر سے گذرتا تھا اور اُس کے کپتان جولی صاحب ایک
سرگرم مسیحی تھے۔ اُن کی نظر اُس انگریزی اسباب پڑ پڑی جو کشتی پر رکھا ہوا
تھا اور اُنھوں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ فرنچ صاحب کی حالت بہت
بگڑی ہوئی ہے۔ پس اُنھوں نے اُن کو اپنے اگن بوٹ میں لے لیا اور
اِس طرح اُن کی جان بچائی؎

اگرچہ فرنچ صاحب کچھ عرصے تک جاں بلب رہے مگر پھر بھی جب
ڈاکٹروں نے کہا کہ آپ انگلستان کو چلے جائیے تو اُنھوں نے جانے سے انکار
کیا۔ بتاریخ ۳۱ ماہِ مارچ اُنھوں نے اپنی میم صاحبہ کو لکھا تو لا مجھے اِس سے
تعجب نہیں ہوتا کہ آپ نے یقین کیا کہ میں انگلستان کو روانہ ہونگا کیونکہ
کلارک صاحب نے راز فاش کر دیا اور ڈاکٹر صاحب کی رائے آپ کو
بتا دی۔ جب مجھے پہلے وطن جانے کے واسطے کہا گیا تو میری طبیعت بھی
اُس طرف کو مائل ہوئی لیکن پھر جب مینے سوچا کہ کام کے چھوڑنے کے
لئے یہ وقت نہایت بے موقعہ ہے تو میرے دل نے کہا کہ جب تک خدا کی
مرضی میرے پھر سخت بیمار پڑنے سے صاف صاف ظاہر نہ ہو تب تک مجھے
ایسی بے مروّتی کے ساتھ کام ترک نہیں کرنا چاہئے۔ پس مجھے ڈاکٹر صاحب
سے یہ کہنا پڑا کہ واقعہ میں یہ ایک ایسا امر ہے جس کے فیصلے میں کچھ ایمان
کو بھی دخل ہونا چاہئے؎

ماہ اپریل کے آخر میں فرنچ صاحب اپنے سب طالب علموں کو ساتھ لیکر ایبٹ آباد کو چلے گئے اِس واسطے کہ وہاں جانا ہی ہندوستان میں اُنکی جان بچنے کا وسیلہ نظر آتا تھا۔ ڈاکٹروں نے وہاں جانے کی صلاح تو دی مگر کسی طرح اپنے آپ کو ذمہ وار نہیں بنایا کیونکہ فرنچ صاحب نے اُن کے کہنے کے موافق انگلستان جانا منظور نہیں کیا تھا۔

کالج میں جو تعلیم دیجاتی تھی اُس کا بیان بھی دلچسپ ہے اُس میں خدا کی کتاب جیسا کہ چاہئے تھا اوّل درجہ رکھتی تھی۔ فرنچ صاحب لکھتے ہیں قولہٗ یونانی اور عبرانی زبانوں کے درسوں کے درمیان جو وقت ملتا ہے اُس میں ہم کتبِ عہدِ عتیق اور عہدِ جدید کے مختلف حصّوں کا بھی بیان کرتے ہیں تاکہ کتب مقدسہ کے مضامین کی باہمی مطابقت سے طالب علم بخوبی واقف ہو جائیں۔ وہ یہ بھی لکھتے ہیں قولہٗ ہفتے میں دو دفعہ شام کے وقت خدا کی کتاب کے پڑھنے اور اُس پر گفتگو کرنے کے واسطے طلباء جمع ہوتے ہیں اور اُن کو اُن موقعوں پر وہ روک نہیں ہوتی جو درس کے وقت ہوا کرتی ہے بلکہ اُن کو آزادی سے بولنے اور اپنے خیالات ظاہر کرنے کی ترغیب دلائی جاتی ہے۔

کتاب مقدس کی عبارت کے مطالعہ کے علاوہ طالب علموں کو اُس کے عقائد کی بھی تعلیم دی جاتی تھی چنانچہ پہلے برس میں خدا کی ہستی اور مخلوقات کے مصنوع ہونے کے دلائل وغیرہ پر درس دئے گئے۔ بعد میں

خداوند کی ذات پر۔ اور اس کے بعد رُوح القدس کے کام اور عہدے کا بیان کیا گیا۔

کلیسیا کی تواریخ بھی ایک ضروری مضمون قرار دیا گیا تھا۔ فرنچ صاحب لکھتے ہیں قولہٗ ہمارا یہ قاعدہ ہے کہ ہم کلیسیا کی تواریخ کے واقعات فقط بطور داستان کے نہیں سناتے بلکہ جو نصیحت اور تعلیم اُن سے نکلتی ہے اُس کو بھی بیان کرتے ہیں۔ فرنچ صاحب خیال کرتے تھے کہ جو تجویزیں آزاد دیسی کلیسیا کے قائم ہونے کے واسطے پے درپے پیش کی جاتی ہیں اُن میں بڑا خطرہ اس بات کا ہے کہ ایسا نہ ہو دیسی مسیحی پرانے طریقوں سے برگشتہ ہوجائیں اور عقیدے کے قدیم کلموں اور اسقفی انتظام کو چھوڑ دیں اور جن پرانی بدعتوں نے قدیم کلیسیا میں اس قدر تفرقہ ڈالا تھا وہ اُن میں از سرِ نو پیدا ہوجائیں۔ درحقیقت ان خرابیوں سے بچنے کے واسطے کلیسیا کی تواریخ کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔

بعض وقت نالائق طالب علموں کو کالج سے نکال دینا اور طلباء کا شمار کم کرنا ضرور ہوتا تھا۔ چنانچہ فرنچ صاحب لکھتے ہیں۔ قولہٗ ایک نوجوان طالبعلم جو دہلی سے آیا تھا مجھ سے کل اس قدر سلسلہ وار جھوٹ بولا کہ مجھے ضرور ہوا کہ اُسے تین مہینے کے واسطے امرت سر بھیجدوں تاکہ اگر ممکن ہو تو مہربان بیٹ من صاحب اُس کو کسی لائق بنائیں اور زیرِ نظر رکھیں اور اپنی تعلیم سے اُسکی مسیحی خصلت کو پختہ کریں۔ ۔ ۔ ۔ تاہم مجھے اس امر میں بھی قدرے تشفی حاصل ہوئی کیونکہ چند طالب علم از خود اُس کے پاس گئے اور جھوٹ بولنے کے

سبب اُسے ملامت کی اور کُل حقیقت اُس سے دریافت کرلی اور آکر
مجھسے سارا حال کہدیا۔ جب مینے اُس طالب علم سے جو اُن میں بڑا تھا کہاکہ
مینے ارادہ کرلیا ہے کہ اِس نوجوان کو قطعًا نکال دوں کیونکہ وہ ایک نیا طالبعلم
ہے بلکہ اُسے کچھ زیادہ تربیت پانے کے لئے بھیج دوں تو اُس نے نہایت عمدہ
طور سے کہا اگر آپ نے خوب کیا کیونکہ اگر آپ اُسے سختی اور درشتی کے ساتھ سزا دیتے
تو وہ شاید ٹھوکر کھا کر گر پڑتا۔

بازار میں طالب علموں کے ساتھ باقاعدہ منادی کرنا شروع سے کالج کے
کام کا ایک جزو قرار دیا گیا تھا۔ لاہوری دروازہ منادی کا ایک معمولی مقام تھا۔
ایک دفعہ جو جھمیل کہ اِس جگہ تھا اُس میں بڑا شور و غل مچا اور لوگ جو چیزیں
اُن کے ہاتھ میں آئیں اِدھر اُدھر سے پھینکنے لگے۔ جب فرنچ صاحب نے
دیکھا کہ منادی کرنا ناممکن ہے تو لوگوں کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ اب میں
تمہارے واسطے دعا مانگونگا۔ اِس پر لوگ اور بھی چیخنے اور ناشائستہ کلمات منہ
سے نکالنے لگے تاہم فرنچ صاحب نے گھٹنے ٹیک کر بڑے جوش سے دعا مانگنی
شروع کی۔ رفتہ رفتہ سب چپ ہوگئے اور اُن کی مسیحی وضع سے لوگوں پر
رعب چھا گیا۔ بیٹ من صاحب فرماتے ہیں کہ فرنچ صاحب نے مکان کو
واپس جاتے ہوئے بڑی سادگی کے ساتھ یہ کہا کہ اے بھائی کیا تم نہیں دیکھتے
کہ ہم سب جہان کی گرد کی مانند آج تک ہیں (۱۔ قرنتی ۴ باب
۱۳ آیت) ایسے واقعات ضرور اپنا اثر پیدا کرتے ہیں۔

۱۵- دسمبر ۱۸۶۲ء کالج کی تواریخ میں بڑی خوشی کا دن تھا کیونکہ اُس روز بشپ ملمن صاحب نے کالج کے دو طالب علموں کو پہلی دفعہ خادم دین بنایا۔ یہ جان ولیم اور امام شاہ تھے۔

بشپ صاحب امیدواروں کے امتحان اور عموماً کالج کے ملاحظہ سے بہت خوش ہوئے۔ اور اُنہوں نے تحریر کیا تو لاٗ فرنچ صاحب کے کالج سے کلیسیا کی ایک بڑی حاجت رفع ہوتی ہے اور غالب معلوم ہوتا ہے کہ اُس سے کلیسیا کی خدمت اور تعلیم کے کام کے واسطے درحقیقت لائق امیدوار پیدا ہونگے یعنی ایسے آدمی جو قابل اور دیندار اور سرگرم اور تربیت پائے ہوئے اور مستعد ہونگے اور روحانیت کے بڑھانے میں نئی عیسائیوں کو مدد دینگے اور بحث کا بھی ضروری کام کر سکینگے۔ میں صلاح دیتا ہوں کہ وقتاً فوقتاً ایسی خادمان دین ہر سال ایک دفعہ قریب ایک مہینے کے یہاں آکر ٹھیرا کریں تاکہ کالج کے اُستادوں کے اثر سے اُن کا علم تروتازہ ہو اور اُن کی دینداری بڑھے میرے خیال میں اُن میں سے ایسے بہتر منتخب ہو سکینگے جو گلہ بانوں کے چھوٹے حلقوں کا اہتمام کرنے کے قابل ہونگے اور اِس طرح سے وہ خود بھی ترقی کرینگے اور اور گلہ بانوں کی ترقی میں بھی مدد کر سکینگے اور اُن سے آئندہ دیسی کلیسیا کے انتظام میں مدد ملیگی ۔

آٹھواں باب

انگلستان کو جانے اور سینٹ ایبز واقع اوکسفورڈ کے کام اور لاہور کے بشپ ہونے کے واسطے تقدیس کئے جانیکا بیان

جو امور ہونے والے ہوتے ہیں اُن کے آثار پہلے ہی سے ظاہر ہو جاتے ہیں چنانچہ ۱۸۷۳ء ہی کے آخر میں بعض اخبار اُس نئے اسقفی علاقہ کو جو چند سال بعد قائم ہونے والا تھا فرنچ صاحب کے نام کے ساتھ منسوب کرنے لگے۔

صاحب ممدوح نے بتاریخ ۲۲۔ نومبر ۱۸۷۳ء اپنے خسر صاحب کو لکھا تو اُ۔ مجھے امید ہے کہ یہ خبر کہ میں لاہور کا بشپ مقرر ہؤا ہوں انگلستان کے اخباروں میں نقل نہیں کی جائیگی۔ کیوں کہ میرے خیال میں یہ بالکل غلط ہے۔ اگرچہ پنجاب کے اخباروں میں یہ خبر درج ہوئی ہے لیکن جہاں تک مجھے علم ہے اُس کی بنیاد کچھ بھی نہیں ہے۔ مجھے کلارک صاحب کی طرف سے آج مبارک بادی کا ایک خط ملا جس سے نہایت برادرانہ محبّت اور خوشی ظاہر ہوتی ہے۔ اصل بات صرف یہ ہے کہ پہلے

سے اب زیادہ غالب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے واسطے کوئی بشپ مقرر ہوگا۔ جب بشپ چار برس میں ایک دفعہ آتا ہے تو وہ عجیب شے معلوم ہوتا ہے اور چونکہ اُس وقت سے کہ نیک اور لایق لارڈ ناڈتھہ بروک صاحب لارڈ میو صاحب کے جانشین ہوئے ہیں کلیسیا کے متعلق بلکہ عموماً دینی امور ترقی پر نظر آتے ہیں اسواسطے اِس امر کی توقع ہو سکتی ہے کہ ہند کی کلیسیا کی یہ بڑی ضرورت جلد رفع ہو جائیگی لیکن غالباً بشپ مشنری صاحبان کے گروہ میں سے مقرر نہیں ہوگا ◆

۱۸۷۳ء کے شروع کے مہینے فرنچ صاحب نے اپنی چھوٹی کتاب انجیل داؤد پر نظرثانی کرنے میں صرف کئے۔ اِنہیں دنوں میں پادری ہوپر صاحب بھی آ پہنچے۔ وہ اِسلئے آئے تھے کہ فرنچ صاحب کے انگلستان کو چلے جانے کے بعد اُن کی جگہ کام کریں ◆

ماہِ مارچ کے آخر میں فرنچ صاحب وطن کو روانہ ہوئے۔ اُن کو بمبئی میں پادری ہوپر صاحب نے لاہور سے بذریعہ تار یہ چھوٹا پیغام بھیجا کہ افغان نے کل حوض میں بپتسمہ پایا اور خوشی سے اُس کا دل بھر گیا اِس خبر کے ملنے سے اُن کو تسکین حاصل ہوئی ◆

جب کہ وہ گرمی کا موسم یوروپ کے برِ اعظم پر معہ اپنے اہل و عیال کے صرف کر رہے تھے لارڈ ولفورڈ صاحب نے اُن کو ایک تھے کے گرجا کی پاسبانی کا کام پیش کیا اور اِس کو اُنہوں نے خوشی سے قبول کر لیا کیونکہ اُس کے

ذریعہ سے اُنہیں ایک جگہ مقیم ہو کر کام کرنے کا پھر موقع ملا۔ لیکن اُنہوں
نے یہاں کا کام بہت عرصے تک نہیں کیا کیونکہ سینٹ اِبن واقعہ آکسفورڈ
کے پاسبان یاس لو صاحب چرچ مشنری سوسائٹی کے کالج واقعہ اِسلنگٹن
کے پرنسپل ہو گئے تھے اور اُس گرجا کے منتظموں نے ماہ دسمبر میں فرنچ
صاحب سے اُن کی جگہ پاسبان ہونے کے واسطے درخواست کی۔ اِسکے
جواب میں فرنچ صاحب نے اُن کو لکھا۔ قولہٗ اگر اَور کسی عہدے کے لئے
مجھ سے کہا جاتا تو مَیں اپنے موجودہ کام کے چھوڑنے کے خیال کو اِس
وقت ایک لحظہ کے لئے بھی دل میں جگہ نہ دیتا لیکن چونکہ اوکسفورڈ میں
خادمِ دین کو بہت سے موقعے لوگوں کو مشنوں کے حال سے آگاہ کرنے اور
جو شوق وہاں اشاعتِ دین کی نسبت پیدا ہوا ہے اُس کو بڑھانے کے
ملتے ہیں اِس واسطے اگر میں بے سوچے سمجھے اِس عہدہ کو نامنظور کر دوں تو
میرا دل مجھ پر ضرور یہ الزام لگائیگا کہ تُو نے اپنے آقا کے ساتھ بیوفائی کی اور
اُس کی خدمت سے گریز کیا تاہم فرنچ صاحب کو اِس بات کا پُورا یقین نہ
تھا کہ اِس عہدے کا قبول کرنا خدا کی مرضی کے موافق ہے اِس واسطے اُنہوں
نے یہ ارادہ کیا کہ اِبن تھہ کے گرجا کی مرمت کے واسطے جتنے روپئے کی ضرورت
ہے وہ جمع ہو جائیگا تو میں اِس عہدے کو منظور نہ کرونگا ورنہ منظور کر لونگا
اور چونکہ کُل روپیہ جمع نہوا اِسلئے اُنہوں نے اُسے منظور کر لیا۔

فرنچ صاحب کے نئے موضع میں آدمی دو ہزار کے قریب تھے اور علاوہ

معمولی کام کے بہت سے نوجوان جو یونیورسٹی کے درجے حاصل کرنے کے واسطے پڑھتے تھے اتوار کی شام کو گرجا کی نماز کے بعد اُن کے مکان پر یونانی انجیل کے مطالعہ کے واسطے جمع ہوا کرتے تھے۔ ان دنوں میں تین صاحبان جو بعد میں بشپ ہوئے کبھی کبھی مطالعہ اور ایک دوسرے کی امداد کے واسطے ملا کرتے تھے یعنی ہوجز صاحب جو اب ٹرِ یونکوِر کے بشپ ہیں اور پول صاحب جو جاپان میں بشپ ہوئے اور فرنچ صاحب۔ اُس زمانے میں ہوجز صاحب مشن کے کام کے واسطے طیار ہونے کے لئے خاص کتابیں پڑھا کرتے تھے اور پول صاحب سینٹ اللہ اٹس کے گرجا کے نائب گلہ بان تھے +

انہی دنوں میں فرنچ صاحب نے اپنے خیالات کیمبرج مشن کی نسبت جو ہندوستان میں قائم ہونے والا تھا ظاہر کئے مگر وہ منظور نہ ہوئے۔ وہ چاہتے تھے کہ اِس مشن کے پادری صاحبان چرچ مشنری سوسائٹی سے تعلق پیدا کریں اور اُنہوں نے یہ صلاح دی کہ ملتان یا راجپوتانہ میں کام شروع کیا جائے۔ لیکن آخرکار دہلی پسند کی گئی۔ اور یہاں اب بیس برس سے نہایت مفید کام ہو رہا ہے۔ اور اُس کام کا پس وپیگیشن سوسائٹی سے تعلق ہے ہے نہ کہ چرچ مشنری سوسائٹی سے +

ماہ مئی ۱۸۷۴ء میں فرنچ صاحب نے مشنری کی حیثیت میں ہندوستان کو پھر آنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اور اُن کو معلوم نہ تھا کہ اِس سے اعلےٰ خدمت کے واسطے میں طلب کیا جاؤں گا۔ جب کہ وہ موسم گرما کی تعطیل کو مقام

دمیتھ میں بسر کر رہے تھے اُن کو ایک خط آرچ بشپ او کنٹ بری
صاحب کا ملا جن سے وزیر اعظم لارڈ سالسبری نے یہ درخواست کی
تھی کہ کسی کا نام لاہور کے بشپ ہونے کے واسطے بتائیں تاکہ وہ ملکہ معظمہ
کے سامنے پیش کیا جائے آرچ بشپ صاحب نے اس خط میں فرنچ صاحب
کو یہ لکھا تھا کہ ہم آپ کا نام پیش کرنا چاہتے ہیں۔ فرنچ صاحب نے چار دن
کی مُہلت اِس امر پر غور کرنے کے لئے مانگی۔ اور اِن دنوں میں اُنھوں نے
اپنے دوستوں کو لکھا اور اُن سے صلاح لی اور ۲۸ ستمبر کو بشپ ہونا
شرطیہ طور پر منظور کیا۔ دوسرے دن پھر اُنھوں نے آرچ بشپ صاحب کو
لکھا تو لئا اگر مشنری کے کام کرنے کی ممانعت اُن تعلّقات کی وجہ سے
جو سرکار ہند کے ساتھ مجھے پیدا ہونگے لازم سمجھی جائے تو میں اِس لئے
مجبور ہونگا کہ آپ سے بہ منّت عرض کروں کہ جو ارادہ آپ نے مہربانی سے
اِس بات کا کیا ہے کہ میرا نام لارڈ سالسبری کے سامنے بشپ ہونے
کے واسطے پیش کریں اُس سے آپ مجکو معذور فرمائیں۔ بتاریخ ۹ ستمبر لارڈ
سالسبری صاحب کا خط اِس مضمون کا اُن کے پاس پہنچا کہ آپ لاہور کے
بشپ مقرر کئے گئے ✦

اب مبارکبادیاں ہر طرف سے بکثرت اُن کے پاس آنے لگیں۔ اور اُنکے
بھیجنے والوں میں ایسے مختلف اشخاص شامل تھے جیسے رگبی کے ڈاکٹر
جِکنس بلیک صاحب۔ مِس وفیس وِسٹکوٹ صاحب سبکرٹنتھ

صاحب جواب اِنگلش کے بشپ ہیں۔ اور نیز ہندوستان سے بہت سے
دوستوں نے مبارک بادیاں بھیجیں +
فرنچ صاحب نے ۱۰ نومبر کو سینٹ ہبن کے گرجا میں ایک رخصتی
وعظ سنایا بتاریخ ۱۱ ماہ دسمبر پروفیسر نشلی صاحب نے اُن کو آنریری
ڈاکٹر آف ڈیونٹی کے درجہ کے واسطے پیش کیا۔ ۲۱ دسمبر کو توما رسول کی عید
کے دن ٹرِ وٹوپ صاحب اور ٹِنکومب صاحب کے ساتھ ویسٹمنسٹ
ایبی میں اُن کی تقدیس کی رسم عمل میں لائی گئی +

May God in Jesus Christ pour out his abundant mercies upon you all.
Yours in Christ,
Evg. Yousaf Masih (founder)
Rev. Michael Joseph...cscentrkr@gmail.com
Evg. Joy Jacob ...adrxdesigner@gmail.com

نواں باب

بشپ ہونے کے بعد کے پہلے سال کے کام کا بیان

فرنچ صاحب بتاریخ ۱۶ جنوری سنہ ۱۸۷۸ء انگلستان سے روانہ ہوئے لیکن اُن کی میم صاحبہ وہیں رہیں مگر ارادہ تھا کہ وہ بھی سال کے آخر تک ہندوستان میں اُن سے آملیں۔ جو خط فرنچ صاحب نے ۱۰ فروری کو بمبئی پہنچکر اپنی میم صاحبہ کو لکھا اُس میں یہ ذکر کر کے کہ اُن کی طبیعت تنہائی کی وجہ سے غمگین تھی اور اِس لئے اُن کے ساتھی مسافروں کا باہم ہنسنا بولنا اُن کو ناگوار معلوم ہوتا تھا یہ بھی لکھا تھا قولہٗ میرے دل میں صرف ملال ہی نہ تھا بلکہ حمد اور شکرگذاری بھی تھی کیونکہ مجھے یہ بڑی عزت کہ جسکے میں لائق نہ تھا حاصل ہوئی کہ ایک دفعہ اِس بڑے ملک میں پھر کام کروں اور جہاں تک ہو سکے اپنے ہموطنوں سے لوگوں کا یہ طعن دور کروں کہ وہ ملک ہند کو قبضے میں لاکر اپنے آپ کو فائدہ پہنچاتے ہیں نہ کہ اُسکی مختلف قوموں کو اور اُنکو اپنے عیش اور دولت و عظمت کا بڑھانا مدنظر ہے نہ کہ اپنے خدا اور نجات دہندہ کا جلال ظاہر کرنا +

اُن کا یہ ارادہ تھا کہ دریاے سندھ کی راہ سے باٰرام لاہور کو جائیں لیکن چونکہ اُن کو پونا اور کلکتہ میں اپنے علاقہ سے متعلق کام کا کچھ انتظام کرنا ضرور تھا

اِس واسطے وہ اِس تجویز کو عمل میں نہ لا سکے۔ ماہ مارچ کے شروع میں اُنہوں
نے لاہور سے یہ لکھا تو لا جب میں لاہور کے پاس پہنچا اور امرتسر سے آگے
بڑھا تب اس کے سوا اور کیا کر سکتا تھا کہ میں ایک لاچار نالائق نکمّے نوکر کی طرح
اپنے پیارے خداوند اور آقا کی بُردباری اور مہربانی پر بھروسہ کروں۔ . . .
جب میں لاہور میں پہنچا اُس وقت اندھیرا تھا لیکن پھر بھی اتنی روشنی
ہو گئی تھی کہ جب ٹھوپر صاحب مجھے گاڑی کے اندر دیکھنے لگے تو میں نے
اُن کا چہرہ پہچان لیا اور بعد ازاں اُن کے سب طالب علموں کو اُنکے پیچھے
کھڑا ہوا دیکھا۔ میں لاہور میں اِس طرح داخل ہونے سے خوش ہُوا کیونکہ اگر
میرا استقبال زیادہ علم طور پر کیا جاتا تو میری طبیعت بہت پریشان ہوتی۔
وہ اپنے علاقہ میں پہنچتے ہی یہ سوچنے لگے کہ لاہور میں ایسا ایک گرجا تعمیر
ہونا چاہئے جو کہ پنجاب میں مسیحی دین کی شان کے لائق ہو۔ اُنکے نزدیک
یہ بڑی شرم کی بات تھی کہ لاہور میں صرف دو ہی گرجا ہوں اور وہ بھی مسلمانوں
کے مقبرے ہوں جو انگریز صاحبان کی عبادت کے واسطے صورت بدل کر درست
کر لئے تھے۔ چنانچہ اُنہوں نے لاہور پہنچ کر تھوڑے ہی عرصے کے بعد لکھا تو لا
دس بارہ آدمی عام کتب خانہ میں گرجا کے تعمیر کے بارہ میں از سرِ نو غور کرنے
کو جمع ہوئے اور یہ تجویز قرار پائی کہ دو لاکھ روپیہ چندہ کرنے کی کوشش
کی جائے اور عمارت کے نقشے بالکل بدل دئے جائیں[1]۔ میں ۲۰ منٹ تک

---

[1] ایک گرجا کی نیو کچھ عرصہ پہلے ڈالی گئی تھی لیکن چونکہ وہ بنیاد اچھے گرجا کے لائق نہ تھی اسواسطے اسکا چھوڑ دینا ضرور ہوا۔

یہ بیان کرتا رہا کہ یہ کام ضروری ہے اور ہم کو اُس میں آئندہ کا بھی خیال
رکھنا چاہیئے اور ایسی عمارت تعمیر کرنی چاہیئے جو اُن نامور لوگوں کے یادگار
کے لائق ہو جو ہم سے پہلے پنجاب میں گذر چکے ہیں۔ یہ نہ سوچنا چاہیئے کہ
کسی طرح اِس کام سے جلد فراغت پا جائیں اور صرف اشد ضرورت کو
رفع کر دیں جیسے کوئی آدمی وہ کام کرتا ہے جس کو وہ دل سے پسند نہیں
کرتا بلکہ ہم کو دلیری اور امید اور ثابت قدمی و دانائی کے ساتھ اور تکلیف
اُٹھانے کے لیئے آمادہ ہو کر یہ کام کرنا چاہیئے ۔

ماہ مارچ میں فرینچ صاحب نے اپنے علاقہ کے ملاحظہ کے واسطے دورہ
شروع کیا اور ڈیرہ اسمٰعیل خان سے یہ لکھا قولہٗ زمانہ سابق کی طرح ایک
دفعہ پھر یہاں کے بازاروں میں پوندوں کو پشتو زبان میں منادی کرنا
مجھے نہایت عجیب و غریب بلکہ مثل عالمِ خواب کے معلوم ہوتا ہے تاہم یہ
بات نہایت مقدس اور سنجیدہ ہے۔ چونکہ چھٹے ہوئے کام کو اتنی مدت کے
بعد پھر کرنا آدمیوں کو دنیا میں بہت کم میسر ہوتا ہے اِس لئے میں اِس کو
خدا کے فضل و کرم کا ایک بڑا عجیب سمجھتا ہوں ۔

وہ پادری کلارک صاحب کے ساتھ شہر ٹانک تک گئے جہاں مشن کا کام
جان ولیم صاحب کے سپرد تھا۔ اتفاقاً یہ موقعہ دلچسپ تھا کیونکہ قریب
ایک ہزار کے جنگلی وزیری افغان اپنے پہاڑوں سے اٹھارہ مہینے محاصرہ
کے بعد جو شرائط صلح کی سرکار نے پیش کی تھیں اُنہیں قبول کرنے کو آئے

تھے اس شہر سے مڈیکل مشنوں کی بڑی تاثیر کا عجیب ثبوت ملتا ہے چنانچہ جب افغانوں کے قبیلوں نے اُس پر حملہ کیا اور شہر کو جلا دیا اُس وقت بھی مشن کے اسپتال و دیگر عمارات کو کچھ نقصان نہ پہنچایا کیونکہ اُن کے وسیلہ سے اُن لوگوں کو بہت فائدہ پہنچا تھا۔

بتاریخ ۳۱ ماہ مارچ بشپ صاحب نے ڈیرہ غازیخاں سے ایک خط لکھا جس میں ایک واقعہ کا ذکر کیا جو دونوں صاحبوں کے واسطے جو اُس سے تعلق رکھتے تھے بڑی عزت کا باعث تھا قولہٗ مجھے اخباروں کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ پنجاب کی سرحدی فوج کے اعلےٰ افسر جنرل روبرٹ صاحب آج اتوار کی صبح ڈیرہ غازی خاں سے کوچ کرنے والے تھے اور میں نے فوراً اُنکو لکھا کہ اگر آپ اپنی روانگی کو ملتوی کر دیں تو مجھے جماعت کی بندگیوں میں بڑی مدد ملیگی اور اُن کو میں نے یہ بھی لکھا کہ اِس امر کی درخواست میں اِس واسطے نہیں کرتا ہوں کہ اُس سے مجھے کچھ ذاتی فائدہ حاصل ہوگا بلکہ اِس لئے کہ آپ اُس کے وسیلے سے خدا کے کلام اور اُس کے گھر میں جو بندگی ہوتی ہے اور اُس کے پاک دن کے مقدس ہونے کی نسبت قیمتی شہادت دینگے صاحب ممدوح نے فوراً اپنا کوچ شام تک ملتوی کر دیا اور بڑی مہربانی سے پیش آئے . . . . چنانچہ کل صبح کے وقت وہ ملاقات کے واسطے بھی آئے اور تھوڑی دیر تک بیٹھے رہے اور یہ وعدہ بھی کیا کہ میں حتی الامکان سرحدی کام میں ہر طرح آپ کی امداد کرونگا مجھے ضرور نحمیاہ نبی کا ہمزبان ہوکر یہ کہنا چاہئے کہ یہ

میں سے خدا کا ہاتھ تھا جو نیکی کے لئے مجھ پر ہایا گیا تھا۔ (نحمیاہ ۲باب ۱۸آیت)

بشپ صاحب لاہور کو عید القیامت کے پہلے واپس آ گئے اور ماہ اپریل کے آخر میں اُنہوں نے پادری۔ ایچ۔ جے۔ مکیتھیو صاحب کو جو اُس وقت کو شملہ پر چیپلین تھے آرچ ڈیکن کا عہدہ پیش کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کلیسیا کے متعلق اختلاف عقائد کے سبب دونوں صاحبان کو اس امر میں اِدھر تو عہدہ کے پیش کرنے میں اور اُدھر اُسکے منظور کرنے میں پہلے تامل تھا لیکن اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ جو اختلاف پہلے بڑے سمجھے جاتے ہیں وہ آپس میں زیادہ تعارف ہونے کے بعد کم ثابت ہوتے ہیں۔ پس یہ کچھ تعجب کی بات نہیں کہ میتھیو صاحب نے بشپ فرنچ صاحب کی نسبت بعد میں یہ تحریر فرمایا قولہ میری ملاقات بشپ صاحب سے اُس وقت تک نہیں ہوئی تھی جب تک کہ میں اُن کا آرچ ڈیکن نہ بنا اور جب ملک پنجاب کلکتہ کے اُسقفی علاقہ سے علیحدہ کیا گیا تو مینے مٹروپولیٹن صاحب پر اپنی یہ خواہش ظاہر کی کہ جس قدر جلد ہو سکے میں اپنے اُسقفی علاقے میں واپس آ جاؤں اور وجہ اِس کی یہ تھی کہ مجھے اِس بات کا اندیشہ تھا کہ ایسا نہو مجھے بشپ فرنچ صاحب کے ماتحت کام کرنا دشوار معلوم ہو . . . . . لیکن جو خط و کتابت بعد اُس کے ہوئی کہ اُنہوں نے مجھے آرچ ڈیکن کا عہدہ پیش کیا اُس سے مجھے معلوم ہوا کہ بشپ صاحب کے خیالات ایسے نہ تھے

جیسے میں سمجھا تھا۔

جب میتھیو صاحب نے لکھا کہ میں آرچڈیکن کا عہدہ قبول کرتا ہوں تو فرنیچ صاحب نے جواب میں یہ تحریر کیا تو لا میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ اُسنے آپ کا دل آرچ ڈیکن کے عہدے کو قبول کرنے کی طرف مائل کیا لیکن شبہ نہیں کہ آپ کو اِس امر میں بہت پس وپیش ہوا۔ میں اپنے اور آپ کے عام خیالات میں کچھ ایسا فرق نہیں پاتا جو ذکر کرنے کے لائق ہو۔

جب بشپ صاحب نے میتھیو صاحب کو آرچ ڈیکن کا عہدہ پیش کیا اُسی وقت برضامندی جناب لفٹننٹ گورنر صاحب کے یہ بھی چاہا کہ پادری کلارک صاحب وسیع کلیسیا کے لئے آرچ ڈیکن مقرر ہو جائیں لیکن سرکار نے اِس بات کو منظور نہیں کیا کیونکہ اسقفی عہدے سے متعلق شاہی فرمان کے بموجب صرف ایسے چیپلین صاحبان جنہوں نے کم سے کم دو برس سرکاری خدمت کی ہو آرچ ڈیکن کے عہدے پر مامور کئے جا سکتے تھے اور بشپ صاحب اِس بات کی بھی اجازت حاصل نہ کر سکے کہ پادری کلارک صاحب کو ایک آنریری[1] چیپلین مقرر کردیں تاکہ وہ آرچ ڈیکن ہو سکیں۔

فرنیچ صاحب نے جو خط اپنے بیٹے کو ماہ مئی میں جب وہ خادم دین ہونے والا تھا تحریر کیا اُس میں کام کی نسبت اُس کو ایسی نصیحت کی جو اُنکے

[1] بغیر تنخواہ کے کام کرنے والے۔

خاص مزاج کو عمدہ طور پر ظاہر کرتی ہے قولہ اے میرے پیارے بیٹے اپنی عبرانی بائبل (کتاب اللہ) اور یونانی انجیل سے ہرگز غافل نہونا جس حالت میں کہ کام کر سکتے ہو ہر ہفتے میں ایک نیا وعظ ضرور تحریر کرنا مینے جس موضع میں گلہ بانی کی ہے اُس میں اِس قاعدہ پر ثابت قدمی کے ساتھ عمل کیا ہے اور اب کہ میں بشپ ہوں پھر بھی مجھے امید ہے کہ جب اطمینان ہو جائیگا تو پھر اُسی طرح کیا کرونگا؛

سال کے ختم ہونے سے پہلے فرینچ صاحب کی میم صاحبہ اور دو بیٹیاں آگئیں۔ اِس عرصے میں افغانستان کی لڑائی شروع ہو گئی تھی اور فوجوں کے روانہ ہونے سے خاص تردد پیدا ہوئے۔ ۲۲-دسمبر کو بشپ صاحب ممدوح پہلی دفعہ خادم دین بنانے کی رسم عمل میں لائے چنانچہ ایک انگریز مشنری صاحب پریسٹ اور ایک دیسی صاحب ڈیکن مقرر ہوئے؛

جو کھیل کود اتوار کی شام کو لاہور میں ہوا کرتے تھے اُن کی برائی ظاہر کرنا بشپ صاحب کو ضرور معلوم ہوا اور اِس باعث بہت لوگ اُن سے آزردہ ہوئے۔ اِس طرح سے اُن کے اسقفی عہدے کا پہلا سال ختم ہوا جس میں بہت سے ہمت بڑھانے والے ماجرے ظہور میں آئے اور بہت سے فکر پیدا کرنے والے بھی؛

دسواں باب

افغانستان کی لڑائی اور قندہار کو جانیکا بیان

آیندہ دو سال میں زیادہ تر اُن سپاہیوں کی روحانی بہتری کے واسطے جو افغانستان کی جنگ میں مصروف تھے انتظام کیا گیا اور بشپ صاحب خود بھی مقام جنگ پر ملاحظہ کے واسطے گئے ۔

پہلی لڑائی جو ۱۸۷۸ء میں شروع ہوئی وہ گندمک کے صلح نامہ پر ختم ہوئی جس پر بتاریخ ۲۶ مئی ۱۸۷۹ء دستخط ہوئے۔ شیر علی مر گیا تھا اور اُس کا بیٹا یعقوب خاں افغانستان کا حاکم مانا گیا اور سر لِی کیوگ نیری صاحب کابل میں انگریزوں کی طرف سے رزیڈنٹ مقرر کیے گئے اور یہ اُمید تھی کہ صلح برقرار رہے گی لیکن اُسی سال میں بتاریخ ۳ ماہِ ستمبر رزیڈنٹ صاحب اور جو افسران اُن کے ہمراہ تھے سب بہادری کے ساتھ مقابلہ کر کے مارے گئے اور کل افغانستان ایک دفعہ پھر جنگ پر آمادہ ہُوا ۔

جب اِس قتل کی خبر پہنچی بشپ صاحب اُس وقت منصوری پہاڑ پر تھے اور اُنہوں نے بتاریخ ۸ ستمبر یہ تحریر فرمایا قولہٗ میرا ارادہ تھا کہ میں اِس آیت پر وہ جلال جو تو نے مجھے دیا الخ (یوحنا ۱۷ باب ۲۲ آیت) وعظ سناؤں لیکن یہ وعظ سہواً لاہور میں رہ گیا تھا اِس واسطے مجھ کو ریمن چار غریب

اِس آیت کو پڑھ کر کیا یہ وہ بڑا بابل نہیں جو مَیں نے اپنی توانائی کی شدّت سے بنایا الخ (دانیال ۴ باب ۳۰ آیت) پسند کرنا پڑا اور ناگہاں بندگی سے ایک گھنٹے پہلے کابل کی خوفناک قتل کی خبر آئی۔ اِس وعظ کا اِس خاص موقعہ کے لئے منتخب کیا جانا ایک ایسا عجیب اتفاق تھا کہ آپ سے لوگوں کے دل پر بڑا اثر ہوا اور اُنہوں نے وعظ دل لگا کر سنا اور فیاضی بھی ظاہر کی۔۔۔ اِس میں شبہ نہیں کہ ایسی باتوں سے خدا کی کارسازی ثابت ہوتی ہے +

جو لڑائی اِس قتل کے بعد ہوئی اُس میں لشپ صاحب نے ارادہ کیا کہ قندھار کے انگریزی لشکر کا آپ جا کر ملاحظہ کریں پس وہ ماہ جنوری ۱۸۴۲ء میں بہمراہی گوڑڈن صاحب کے جو پہلی لڑائی میں قندھار میں رہ چکے تھے روانہ ہوئے اگرچہ صاحب ممدوح کے اِن دنوں کے روزنامچے نہایت پرلطف ہیں لیکن ہم اُن میں سے صرف دو تین عبارتیں یہاں نقل کی جائیں گی جن سے ظاہر ہوگا کہ کس قسم کا کام کرنا پڑتا تھا اور کیسی مشکلات سفر میں پیش آتی تھیں +

کِرتا۔ درہ بولن۔ ۱۰ فروری (اتوار)۔ میں نے ابھی دو افسروں اور دو سارجنٹوں کے ساتھ جو قندھار کو جاتے ہوئے یہاں پر پہنچے ہیں بندگی کی ہے جمعہ کی شام کو ہمیں باربرداری کے واسطے اونٹ دشواری سے دستیاب نے اُن کو صبح کے چار بجے لدوانا شروع کیا اور بعد ازاں روانہ

کر دیا اور ہم آپ آٹھ بجے چلے۔ مجھے کپتان ڈیگوئی لی صاحب نے ایک گھوڑا عاریتاً دیا ہے اور اُس سے بہت مدد ملتی ہے کیونکہ اب بغیر اسکے کہ اپنے گھوڑے کو تھکاؤں میں دن بھر میں بیس میل سے زیادہ طے کر سکتا ہوں ٭

دشت کا دروازہ۔ ۴۔ فروری۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ کو وہ خط مل گیا ہوگا جو میں کِرِ تا میں روانہ ہونے کے لئے چھوڑ آیا تھا تب سے میں زیادہ تر عرصے تک گھوڑے پر سوار رہا ہوں اور میری طبیعت بھی حیران اور پریشان رہی ہے کیونکہ نوکر اور گھوڑے اُس سرد اور تند ہوا کے سبب جوانِ درول میں جن کا ایک طرف سے منہ کھلا ہوا ہے چلتی ہے اور خون کو گویا جمائے دیتی ہے ایسے شکستہ اور بے طاقت ہو جاتے ہیں کہ کچھ کام نہیں دے سکتے۔ ہم کِرِ تا سے سوار ہو کر اور ۲۴ میل چل کر پیر کے دن ہیج نامی ایک مقام پر پہنچے۔ ڈیرے ہوا کے جھونکوں سے پھٹ کر چیتھڑے چیتھڑے ہو گئے تھے۔ اور صرف پتھر کی جھونپڑیوں میں جن میں سے ایک میں ہَوس (یعنے افسروں کے کھانے کا کمرہ) قرار دیا گیا تھا پناہ مل سکتی تھی۔ مینے کھانے کے کمرے میں اپنا بستر بچھایا اور افسروں کے ساتھ مختصر دعا کے بعد اچھی طرح سے سویا۔ . . . جو سخت سردی پرسوں رات کو پڑی اُس کے سبب بہت بیل مر گئے تھے۔ اور جھونپڑیوں کے پاس گیارہ بیل مرے پڑے تھے۔ ہمارے پاس انکے واسطے پناہ کی جگہ نہ تھی اور وہ فقط ٹھنڈ کے سبب مر گئے تھے اور تین چار غریب

گاڑیبان بھی مر سے تھے اُن میں سے ایک کی لاش اُس چھوٹی سرا ے کے باہر پڑی تھی جس میں کل کی رات مَیں ٹھیرا تھا اُس کا دیکھنا دل میں غم اور رقّت پیدا کرتا تھا۔ ....

آج تیسرا دن ہے جب سے کہ یہ سرد ہلاک کرنے والی ہَوا درّہ بولان میں چل رہی ہے اور میں یہاں ایک ناہموار میلی کچیلی جھونپڑی میں ٹھیرا ہوا ہوں اور اِس میں چھ سات دیسی آدمی بھی ہیں یعنی ایک بابو جو کہ سربراہ کار ہے اور اُس کے نوکر جن میں سے زیادہ بلوچی ہیں۔ چونکہ یہ لوگ فارسی سمجھتے ہیں میں نے آج صبح کو فارسی انجیل سے اُنہیں تھوڑی تعلیم دینی چاہی۔ مگر ٹھنڈ سے بدن ٹھٹھرا جاتا ہے۔ یہ جھونپڑی لمبی سی ہے اور سرے میں جو ایک آتش خانہ ہے وہ اِسی کے ایک سرے پر ہے مجھے رات کے وقت اُس کی آگ کی گرمی بہت اچھی معلوم ہوئی اور مَیں باوجود اِس کے کہ دیسی آدمی دیر تک آپس میں چخ چخ کرتے رہے خوب سویا دوسرے سرے پر اُنہوں نے اپنے لئے ایک چھوٹی انگیٹھی رکھ چھوڑی ہے جس میں لکڑیاں جلاتے ہیں۔ اور اُن کے دھوئیں کی وجہ سے کمرہ مشکل سے دکھائی دیتا ہے۔

کوئٹہ ۸۔ فروری۔ لنٹ سے پہلا اتوار۔ کل شام کو بندگی ہوئی جس میں چھ صاحب شامل تھے۔ آج صبح کو توپ خانہ کے سپاہی صف باندھکر ڈیرے میں نماز کے واسطے لائے گئے قریب پچاس آدمیوں کے موجود تھے جن میں فوج کے افسر اور ملکی عہدہ دار بھی شامل تھے۔ دس آدمی معہ ہمارے

عشاے ربانی میں شریک ہوئے +

عبد اللہ خاں - ۱۷۔۱۸ فروری ہم دو دن سے برف کے سبب بند پڑے ہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ دو دن اور نہ ہم آگے کو بڑھ سکینگے نہ پیچھے کو ہٹ سکینگے لیکن خدا کی یہ بڑی مہربانی ہے کہ اُس نے ہمیں اس مشکل کے وقت ایک ایسے دیندار افسر کے پاس پہنچا دیا ہے جو ہماری خبرداری کرتا ہے - اور مکان اگرچہ صاف نہیں ہے مگر گرم ہے - اور اشیاے خوردنی بہ افراط ہیں اور دودھ بھی ملتا ہے جو ان اطراف میں ایک بڑی نایاب چیز ہے - میں پشتو زبان میں بہت ترقی کرتا جاتا ہوں اور مجھے بول چال کا قدرے تجربہ ہوتا جاتا ہے اور مذکورۃ الصدر افسر (مسٹر واکس صاحب) کے پاس مفید کتابیں بھی ہیں +

قندھار - ۲۱ فروری ۱۸۸۴ء مجھے یقین ہے کہ آپ اس بات کے سننے سے خوش ہونگی کہ میں یہاں بخیریت تمام پہنچا اور سواے زکام کے مجھے اور کچھ تکلیف نہیں ہوئی +

۲۳ - فروری - چونکہ یہاں آٹھ دس پلٹنیں ہیں اور سپاہی اور افسر کثرت ہیں اسواسطے آرام بہت کم ملتا ہے - تاہم مجھے شبہ نہیں کہ میں خدا ہی کی ہدایت سے یہاں آیا ہوں - کیونکہ جو سنجیدہ طبیعت کے آدمی ہیں وہ سب شکرگزاری کے ساتھ میری کوشش کی قدردانی کرتے ہیں - جو سپاہیوں کی نماز کل کے دن کھلے میدان میں ہوئی وہ دیکھنے کے لائق تھی - میں نے اس آیت پر کہ میں نے خدا ترسی کے سبب ایسا نہیں کیا -

(گلتیاء ۰۰ باب ۱۵۔ ۱۶ آیت) ایک وعظ سنایا جو پہلے سے طیار نہیں کیا تھا۔ مجھے
بہلے میں بہت مدد ملی اور میری آواز سب نے بخوبی سنی گو زکام کے سبب
مجھے اندیشہ تھا کہ سنائی نہ دے گی ؏

۸ مارچ میں بشپ صاحب سکلکتہ کو واپس آئے۔ جو خدمت اُنہوں
نے لڑائی میں کی تھی اُس کے عوض وہ تمغہ افغانی کے مستحق ٹھیرے اور
سنہ ۱۸۸۲ء کے موسم بہار میں اُس کے ملنے کی خبر سُن کر اُنکو تعجب ہوا ؏

سب کو معلوم ہے کہ سنہ ۱۸۸۰ء میں کچھ عرصہ بعد ہماری فوج پر مائے
وند میں کیسی مصیبتیں پڑیں۔ اور کس طرح قندھار کا محاصرہ کیا گیا اور
آخر کار جنرل رابرٹ صاحب نے اُسے بچایا۔ اِس محاصرہ میں ایک
نہایت جانکاہ صدمہ بشپ صاحب کو یہ پہنچا کہ پادری گورڈن صاحب جو
قندھار میں ٹھیر گئے تھے ۱۶ اگست کو سخت گولہ اندازی کے وقت چند
زخمی سپاہیوں کو پناہ کی جگہ میں لاتے ہوئے مارے گئے۔ بشپ صاحب کے
اُس وقت کے خطوط میں جو لاعلاج نقصان پنجاب کو اُن کی وفات سے
پہنچا اُس کا کثرت سے ذکر پایا جاتا ہے اور بعد میں بھی برسوں تک اُن کے
خطوط میں اِس واقعہ کی طرف متواتر اشارے پائے جاتے ہیں۔ اُنہوں
نے بعد میں یہ چاہا کہ اسقفی گرجا کے ایک دالان کو گورڈن صاحب
کا اور جینکنس کو مقتول افسروں کی یادگار قرار دیں ؏

اگرچہ فوج کے سپاہی بشپ صاحب کے وعظوں کو کبھی کبھی چنداں

پسند نہ کرتے تھے لیکن خود اُنکی ذات کو بہت عزیز رکھتے تھے اور اِس باعث وہ
اُنپر بڑا اثر ڈال سکتے تھے یہ بات واقعہ مندرجہ ذیل سے ثابت ہوتی ہے ایک
دفعہ بشپ صاحب میانمیر کی چھاؤنی میں توپ خانے کے افسروں کے ساتھ
کھانا تناول فرمارہے تھے اور کرنیل صاحب نے کہ اعلےٰ افسر تھے اُس کام کے
سبب جو فرنچ صاحب نے حال کے ہیضے کی بیماری میں کیا تھا سب افسروں
کے سامنے نہایت جوش کے ساتھ اُن کا شکریہ ادا کیا اور بشاشی کے ساتھ
مسکرا کر یہ فرمایا کہ اگر کوئی سخت معرکہ پیش آئے تو ہم میں سے ہر ایک شخص
امداد کے لئے آپ کے پیچھے چلنے کو طیار ہوگا۔

سنہ ۱۸۷۲ء میں بشپ صاحب نے سپاہیوں پر بڑا احسان کیا کہ اُنکے واسطے
یہ حکم حاصل کیا۔ چونکہ کمانڈر اِن چیف صاحب کو اِس بات کی اطلاع ہوئی
ہے کہ حال میں کئی مرتبہ وہ فوجی احکام اور قاعدے جن کے بموجب فوج
کو سفر میں اتوار کے دن مقام کرنا چاہئے توڑے گئے ہیں اِس واسطے صاحب
ممدوح یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ آئندہ کو فوج بغیر اشد ضرورت کے اتوار کے
دن کوچ نہ کیا کرے۔

گیارھواں باب

ملک ایران میں بشپ صاحب کے سفر کا بیان

تاریخ ۱۰ ماہ دسمبر سنہ ۱۸۸۲ء میں جو بشپ صاحب کی تقدیس کا عرفہ (یعنی روز ما قبل تھا، ایک تحریری سند لندن کے بشپ صاحب کی طرف سے بشپ فرنچ صاحب کے پاس پہنچی یہ چرچ مشنری سوسائٹی کی درخواست کے بموجب اِس غرض سے بھیجی گئی تھی کہ فرنچ صاحب ملکِ ایران میں جاکر اُن کی طرف سے سوسائٹی مذکور کے مشنوں کا ملاحظہ فرمائیں اور اُن کے متعلق مسیحیوں کو دلاسا دیں اور جو مشنری صاحبان باوجود سخت مشکلات کے مسیح کی بادشاہت کے بڑھانے کے واسطے وہاں کوشش کر رہے تھے اُن کے دلوں کو خوش کریں۔ بشپ صاحب نے یہ تحریر کیا تو لڑا اب میں مجبور ہوں جانے سے انکار نہیں کرسکتا اِس کو میں ایک بڑی نعمت سمجھتا ہوں لیکن اُس کے سبب مجھے شاید اُن سے زیادہ سخت تکلیفیں اور مصیبتیں اُٹھانی پڑینگی جو اب تک اُٹھائی ہیں +

چرچ مشنری سوسائٹی کا مشن ملک ایران میں خاص طور پر قائم ہُوا تھا۔ جب سے کہ پادری ہنری مارٹن صاحب نے سنہ ۱۸۱۱-۱۲ء میں دس مہینے شیراز میں گذارے تھے اُس وقت تک کہ پادری مُبّ وس صاحب اس ملک

میں ۱۸۶۹ء میں آئے کچھ کام نہیں کیا گیا تھا۔ بروس صاحب چرچ مشنری سوسائٹی کی طرف سے ڈیرہ جات میں مشنری تھے اور جب اُنکی رخصت انگلستان میں تمام ہوئی تو اُنھوں نے ملک ایران کو جانے کا ارادہ کیا تاکہ فارسی زبان سے واقفیت کامل حاصل کریں اور اُن کا ارادہ تھا کہ کچھ عرصہ وہاں ٹھیر کر پھر ہندوستان میں اپنے مشن کو واپس آجائیں۔ لیکن قحط اور دیگر وجوہات کے سبب مستقل کام کی صورت نظر آئی۔ اور انجام کار سوسائٹی نے جلفہ میں ایک مشن کا قائم ہونا منظور کیا ؛

اِس کام کو جاری ہوئے اب تیرہ برس کا عرصہ گذر چکا تھا اور امریکن صاحبان نے بھی بروس صاحب کے آنے کے ایک برس بعد کام شروع کیا تھا۔ اگرچہ یہ کام محمدیوں میں ہوتا تھا تاہم کچھ دقتیں اِس سبب سے پیش آئی تھیں کہ وہاں آرمینی کلیسیا کے مسیحی بھی موجود تھے اور ایک چھوٹا رومن کاتھولک مشن بھی تھا۔ یہ حال اُس مشن اور مقام کا تھا جہاں لاہور کے بشپ فرینچ صاحب کو لندن کے بشپ صاحب کے ارشاد کے بموجب جانا پڑا ؛

بشپ فرینچ صاحب کراچی سے جہاز پر سوار ہو کر بتاریخ ۲۰ ماہ مارچ ۱۸۹۱ء مسقط کو پہنچے۔ یہاں کی نسبت اُن کی تحریر دلچسپی سے خالی نہیں۔ کیونکہ اِسی مقام پر وہ آٹھ سال اور محنت کرنے کے بعد انتقال کرنے والے تھے تو لکھا میں یہاں رزیڈنٹ صاحب کے مکان میں بیٹھا ہوا ہوں۔

مَیں چند گھنٹوں کے واسطے جب تک کہ ہمارا جہاز بندرگاہ میں ٹھیرے گا یہاں اُتر کر آیا تاکہ اِس مقام اور اُس کی عمدہ چیزوں کو دیکھوں اور یہ دریافت کروں کہ آیا یہاں کوئی جماعت بھی بندگی کے لئے جمع ہو سکتی ہے یا نہیں کیونکہ آج کا دن مقدس ہفتے کا منگل ہے۔ لیکن مجھے دونوں باتوں میں مایوسی ہوئی یہاں نہ تو کوئی عمدہ چیز ہے اور نہ بظاہر کوئی جماعت ہے۔ جو چند اشخاص یہاں ہیں وہ زیادہ تر رومن کاتھولک ہیں۔ بازار سب پٹے ہوئے ہیں اور چار فٹ سے زیادہ چوڑے نہیں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ موسم گرما میں گرمی حد سے زیادہ ہوتی ہوگی۔ لوگ ملی جلی زبانیں بولتے ہیں مگر زیادہ تر عربی اور کچھ لوگ فارسی یا اُردو یا افریقہ کی سُوہیلی یا سردی بولتے ہیں بندرگاہ ہر طرح کے خطرے سے محفوظ ہے اُسکے گرد بڑے اور اُونچے پہاڑ ہیں اُنہیں سے اکثر پہاڑوں کی چوٹیوں پر پرتگیزی عمارت کے قلعے ہیں . . . . .

افریقہ کے حبشی غلام مرد اور عورتیں کثرت سے یہاں پائے جاتے ہیں۔ اور کرنیل گرِینِیث صاحب کی رائے ہے کہ وہ غلامی کی حالت کو بہت پسند کرتے ہیں۔ اور جب آزادی کا موقع ملتا ہے تب بھی آزاد ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ مجھے اِس مقام کے دیکھنے سے جس کا حال میں نے بہت کچھ پڑھا تھا بالکل نااُمیدی ہوئی ÷

بشپ صاحب کے عنقریب سب خطوں سے اُن کی فروتنی ظاہر ہوتی ہے۔ یہ اُن کی خصلت میں ایک خاص خوبی تھی اور جن کی اُن سے کسی قدر

زیادہ ملاقات ہو جاتی تھی اُن کو ہمیشہ یہ صفت اُن میں معلوم ہوتی تھی لیکن جب
وہ ملک ایران میں سفر کر رہے تھے اُس وقت اُن کے مزاج میں اور
بھی زیادہ فروتنی دکھائی دیتی تھی اور اُس کا سبب بلاشبہ یہ تھا کہ چونکہ اس
موقع پر وہ وہی زمین طے کر رہے تھے جو پادری ہنری مارٹن صاحب
نے طے کی تھی اِسواسطے بمقابلہ اوصاف پادری صاحب ممدوح کے اُنپر اپنے
عیب زیادہ ظاہر ہوتے تھے یسقط سے جو خط اُنھوں نے اپنے ایک بیٹے
کو لکھا اُس میں اپنی گویائی کی کمی پر افسوس کیا حالانکہ یہ عیب شاید نہیں
کو اپنے میں معلوم ہوتا تھا قولہ، مَیں دیکھتا ہوں کہ سقط کے مُلّا لوگ میرے
کلام کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ اگر مجھے فقط مارٹن صاحب کی سی کامل
محبّت اور پاکیزگی حاصل ہوتی تو بلاشبہ میرے کلمات اور خیالات کوئی نہ کوئی
رستہ اپنے ظاہر ہونے کا پیدا کر لیتے۔ مَیں دعا مانگتا ہوں کہ اگر کچھ طالب حق
لوگ ان شہروں میں ہیں تو مَیں اُنہیں اپنے خداوند کی خوشخبری سنانے
کے موقعہ کو برباد نہ کروں۔ نئے لوگوں پر پہلی دفعہ اثر ڈالنا آسان کام نہیں
ہے۔ لیکن اکثر مجھے یہ توفیق ملی ہے کہ بجائے آپ بہت کام کرنے کے مَیں نے
دوسروں کو کام بتایا ہے اور اپنے سے بہتر شخصوں کو کام کرنے پر آمادہ کیا ہے
اپنی کوتاہی کا اِس طرح عوض کرنا بھی کچھ کم بات نہیں ہے۔ اور ممکن ہے
کہ دوسروں کی کامیابی پر شادمان ہونا آسمانی خوشیوں میں سے ایک نہایت
بڑی خوشی ہوگا۔

جسک جو بلوچستان کے کنارے پر واقع ہے اُن کے ٹھیرنے کا دوسرا
مقام تھا اور یہاں ایک دن مفید کام میں گزرا۔ چند کلارک (محرّر) تار گھر کے مع
اپنے بیوی بچّوں کے وہاں رہتے تھے۔ بشپ صاحب دو میم صاحبوں کے واسطے
استحکام کی رسم عمل میں لائے اور اُنہوں نے ایک قبرستان کی تقدیس
کی۔ بندگی کے بعد تھامزنٹن صاحب کے تین بچّے اپنی جمع کی ہوئی ساری
کوڑیاں اسقفی گرجا کے واسطے بطور چندہ کے دینے کو لائے۔ بشپ صاحب فرماتے
ہیں کہ میں اِس بات سے بہت خوش ہوا اور میں نے اُن سے کہا کہ تم یسوع
کے لئے دیتے ہو اور مجھے اُمید ہے کہ تم تمام عمر اُسکی خدمت بجا لاؤ گے اور اُسے
خوش رکھو گے ۔

عیدالقیامت کے دن وہ بوشہر میں پہنچے اور اِس بات کو اُنہوں نے
اپنے سفر کے لئے مبارک نشان سمجھا۔ اور وہ اِس شہر میں ۳ مارچ تک
رہے۔ قریب ساٹھ یوروپین صاحبان کے یہاں رہتے تھے اور اُنہوں نے
بشپ صاحب کے وعظ وغیرہ کاموں کو بہت پسند کیا۔ بشپ صاحب نے
فارسی زبان میں اپنا پہلا وعظ بھی یہیں کہا۔ اور اُنہوں نے ارمنی کلیسیا
کے ایک قسیس کے بجائے ایک عقد نکاح بھی باندھا۔ اِس وجہ سے کہ
ارمنیوں کے روزوں کے دن ابتک ختم نہیں ہوئے تھے وہ خود نکاح نہ
کرا سکتا تھا۔ بشپ صاحب لکھتے ہیں کہ ارمنی گرجا میں اسقفی لباس کا پہننا
مجھے انوکھا سا معلوم ہوا اور دلہن کا منہ ایسا ڈھکا ہوا تھا کہ میں نہیں جان

سکا کہ اس کی صورت کیسی تھی۔ اُس کی سہیلی نے قول و قرار کے کلمات
اُس کے لئے عربی میں ترجمہ کئے کیونکہ وہ صرف اسی زبان کو سمجھتی تھی +
ہم کو اِس سفر کا حال مختصر بیان کرنا ہے اسواسطے بہت باتوں کا ذکر چھوڑ
دینا پڑے گا +

بتاریخ ۷۔ ماہ اپریل لشپ فرنچ صاحب شیراز میں پہنچے اور وہاں ۱۷
اپریل تک رہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ عزیز ہنری مارٹن کے بعد قدرے
قلیل بھی یہاں کام کرنا فی الحقیقت بڑی عزت کی بات ہے۔ مَیں
نہایت چاہتا ہوں کہ یہ معلوم کروں کہ وہ حجرہ کونسا تھا جس میں وہ رہتے
تھے اور جہاں یہ واردات گزری تھی کہ ملا لوگوں نے کتاب اللہ کو پاؤں کے
نیچے روندا تھا اور اُنہوں نے اُسے اُٹھا لیا تھا +

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیراز میں بہت لوگوں کو دین کی باتیں دریافت
کرنے کا شوق تھا اور بشپ صاحب کو اُنکی ملاقات سے بہت تقویت حاصل
ہوئی اور بغداد کے مشنری پادری ہیم بس ج صاحب کی ملاقات سے
بھی جو اُن سے ملنے کے لئے آئے اُنکی طبیعت تر و تازہ ہوئی +

۳۔ ماہ مئی روز صعود کو ڈاکٹر بروس صاحب مقام کم شاہ پر اُن
سے آملے۔ اور دونوں صاحبان اِس جگہ سے ساتھ ہی اصفہان کو گئے
تو لاجب ہم شام کے وقت اُس پہاڑی کے قریب پہنچے جس کے پہلی
طرف جلفہ واقع ہے تو کئی جماعتیں اُن لوگوں کی ملیں جو ہمارے

استقبال کے لئے آئے تھے۔ مرد اور عورتیں اور لڑکے اور لعدئانکے اجنٹ
اگنوس صاحب۔ اور ارمنی کلیسیا کے ایک قسیس جنہیں اُن کے بشپ
نے بھیجا تھا۔ اور چند سوار اور پیدل سپاہی۔ اور ایک ذی رتبہ شخص جو
ظل سلطان کی طرف سے جنہیں حضرت والا کہتے تھے بھیجا گیا تھا۔
ایسی دھوم دھام میرے لئے کبھی نہیں ہوئی تھی اور اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ بروس صاحب یہاں پر بہت بڑی عزّت رکھتے ہیں ؛
۷۔ مئی (عید صعود کے بعد کا اتوار) گرجا اچھی طرح بھرا ہوُا تھا۔
فارسی زبان میں نماز ہوئی۔ قریب نوّے آدمیوں کے حاضر تھے۔ عورتیں
ایک طرف اور مرد دوسری طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ بروس صاحب
نے اعمال۔ ۱۔ باب۔ ۸۔ آیت پر وعظ سنایا۔ مَیں نے عشاءِ ربانی کی
رسم ساٹھ سے زیادہ آدمیوں کے واسطے ادا کی ؛

۸۔ مئی۔ مَیں ارمنی کلیسیا کے اسقف اور خادمانِ دین سے ملاقات
کرنے کو گیا اور ایک گھنٹے بھر یا کچھ زیادہ بیٹھا رہا۔ مَیں نے اسقف صاحب
سے کہا کہ انگلستان کی کلیسیا اور شرقی کلیسیاؤں کے درمیان یگانگی اور
باہمی دوستی اور ہمدردی زیادہ ہونے کے سبب مجھے نہایت خوشی حاصل
ہوتی ہے اور یہ بھی وعدہ کیا کہ مَیں آپ کی طرف سے برادرانہ محبّت اور
اخلاص کا پیغام انگلستان کے نئے آرچ بشپ صاحب کے پاس
پہنچاؤنگا ؛

اِس امر کا معلوم کرنا کہ بروس صاحب کے خیال کے موافق بشپ صاحب کی ملاقات سے محمدیوں اَور اَور لوگوں پر کیا اثر پیدا ہُوا دلچسپ بات ہے وہ لکھتے ہیں قولہٗ فرنچ صاحب اکثر اوقات ایسا عالمانہ اور فاضلانہ کلام کرتے تھے کہ اُس کا پُورا اثر لوگوں پر نہیں ہو سکتا تھا لیکن باوجود ہر قسم کی روک کے اُن کے ذاتی اوصاف بڑا اثر پیدا کرتے تھے۔ ایک دن کا خیال بروس صاحب کے دل پر بہت جم گیا۔ اُس روز بشپ صاحب نے بڑی سادگی کے ساتھ کلام کیا اور حاضرین نے بڑے غور سے سنا پھر حُقّے لائے گئے اور بشپ صاحب بھی دکھانے کو پینے لگے۔ مگر بجاے اوپر کو دم کھینچنے کے اندر کو پھونکتے تھے۔ بعد ازاں قاعدے کے موافق نوشیدنی چیزیں لائی گئیں یعنی دو چاے کے پیالے۔ اور اُن کے بعد ایک کافی کا پیالہ۔ فرنچ صاحب نے اپنا پہلا پیالہ ہاتھ میں لے کر کلام کرنا شروع کیا اِس کے بعد کہ وہ ایک گھنٹے تک بولتے رہے اور دیگر صاحبان اپنی چاے وغیرہ پی چکے وہ ذرا چونک کر کہنے لگے کہ میں تو اپنی چاے کو بالکل بھول گیا تھا۔ ایسے غیر معمولی شوق کے دیکھنے سے خوش طبع ایرانیوں پر بہت اثر ہوا۔

جو کام ڈاکٹر بروس صاحب ایران میں کرتے تھے اُسکی نسبت بشپ صاحب لکھتے ہیں قولہٗ اُن کا کام نہائت مشکل اور نازک ہے بیشک شاہزادہ صاحب اس وقت دینی آزادی کی حمایت میں دلیری کرنا

چاہتے ہیں لیکن شیخ الاسلام جو اس ملک میں محمدی دین کے بڑے صاحب اختیار مجتہد ہیں پوشیدہ بھی اور حتے الامکان علانیہ بھی اُنکا مقابلہ کرتے ہیں۔ ڈاکٹر بروس صاحب اور میں آج دوپہر کے بعد اُنکی مسجد کو جو تین میل کے فاصلے پر واقع ہے سوار ہو کر گئے اور اُن کے پاس ایک گھنٹے تک بیٹھے رہے لیکن اُنہوں نے اس بات کا مصمم ارادہ ظاہر کیا کہ اصفہان میں کتب مقدسہ کے نسخوں کی فروخت بند کر دینگے اور بدمزاجی کے ساتھ اُن کے بکتے رہنے کی شکایت کی۔ وہ بحثا بحثی میں گرم اور تیز ہو گئے۔ ہم نے بہت کچھ اُن سے اس باب میں کہا کہ کتاب اللہ کے پھیلانے میں آزادی ہونی چاہیئے۔ لیکن وہ پرلے درجے کے سخت دل اور بدمزاج معلوم ہوتے تھے۔ بہت سے مُلا اُن کے گرد بیٹھے تھے اور خوشامد کر کے اُنکو اُبھارتے تھے۔ ہمارے واسطے تسلی کی بات صرف یہ ہے کہ خدا کا کلام مقید نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے کل اُنہوں نے ایک کالپورٹیر (کتب فروش) کو گرفتار کروایا لیکن آخر کار یہ حکم دیکر کہ نہ یسوع کے نام کی منادی کرنا اور نہ اُسکی نسبت بات کرنا اُسے چھوڑ دیا۔ ڈاکٹر بروس صاحب کو بہت لوگوں نے خبردار کیا کہ آپ شیخ کے گھر میں جانے کی جرأت نہ کریں کیونکہ اُنکا ارادہ کافی دینے کا ہے یعنی زہر کا پیالہ مگر اُنکو یقین تھا کہ شیخ ایسا عقلمند ہے کہ وہ اپنی بہتری کے خیال سے اس ارادے کو ہرگز عمل میں نہ لائیگا پس ہم نے بے اندیشہ کافی پی اور قلیان (حقہ) بھی پیا۔

۲۰ مئی کو جب میکنس خادمِ دین بنایا گیا بشپ صاحب کا کام تکمیل کو پہنچا گرجا بھرا ہؤا تھا محمدی بھی اور مسیحی بھی موجود تھے - بشپ صاحب نے قریب ایک گھنٹے کے فارسی زبان میں اِس آیت پر وعظ سنایا کہ آپ کو ہر ایک بات میں خدا کے خادم کی طرح ظاہر کرتے ہیں . . . پاک روح سے بے ریا محبّت سے - کلامِ حق سے - خدا کی قدرت سے - (۲- قرنتی - ۶ باب ۴، ۶، ۷ آیات) یہ درحقیقت جلفہ میں بشپ صاحب کا سب سے پچھلا کام تھا - بتاریخ ۲۲ مئی اُنہوں نے افسوس کے ساتھ دوستوں سے رخصت ہو کر اپنا سفر پھر شروع کیا +

جو باقی سفر انہوں نے ایران سے انگلستان کو کیا اُسکا حال بیان کرنا چنداں ضرور نہیں کیونکہ اُس کو مشن کے کام سے زیادہ تعلّق نہیں ہے +

بارھواں باب

لاہور کے اسقفی گرجا کے تعمیر کئے جانے اور بشپ صاحب کے مستعفی ہونے کا بیان

بشپ صاحب انگلستان میں بتاریخ ۷ ستمبر ۱۸۸۴ء تک ٹھیرے اُن کا وقت اسقفی گرجا اور اسقفی علاقہ سے متعلق سوسائٹیوں کے واسطے روپیہ جمع کرنے میں اور لوگوں کو مشن کے کام کی طرف زیادہ تر مائل کرنے میں صرف ہوا۔

بس یہ اچھا موقعہ ہے کہ اسقفی گرجا کا اور جو مشکلات اُسکے متعلق انہیں پیش آئیں اُن کا کچھ ذکر کیا جائے کیونکہ یہ گرجا فرنچ صاحب کے عہدہ بشپ کی بڑی یادگار ہے۔

۱۸۷۴ء میں ایک گرجا کی بنیاد لاہور میں ڈالی گئی تھی اور چالیس ہزار روپئے کے قریب فقط اُس کی بنیاد میں خرچ ہو گئے تھے جب فرنچ صاحب بشپ ہو کر اول مرتبہ لاہور میں آئے اُنہوں نے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے ۱۸۷۸ء میں ایسے صاحبان کا جو گرجا سے واسطہ رکھتے تھے ایک جلسہ کیا۔ آخرکار یہ فیصلہ قرار پایا کہ جو بنیاد پہلے ڈالی گئی وہ اُس بڑے گرجا کے لائق نہیں ہے

جس کے بنانے کی اب تجویز ہے لہذا وہ بنیاد چھوڑ دی گئی۔ بشپ صاحب کا
اس موقعہ پر یہ فرمانا بہت درست تھا "مجھے معلوم ہوتا ہے کہ جس حال میں
ہندؤں اور مسلمانوں کی مذہبی عالیشان عمارتیں موجود ہیں ایک حقیر اور
بدصورت عمارت کا بنانا ہمارے واسطے بڑی بے عزتی کا باعث ہوگا اور اس
سے خدا کی کلیسیا پر ایک دھبہ لگیگا اور میں پسند نہیں کر سکتا کہ میرے بشپ
ہونے کی حالت میں ایسی بات ہو"

سنہ ۱۸۷۹ء و سنہ ۱۸۸۰ء میں افغانستان کی جنگ کے سبب سے گرجا کی
تعمیر کے لئے بہت روپیہ جمع نہ ہو سکتا تھا تاہم یہ تجویز کہ چینل مقتول
افسروں کی یادگار قرار دیا جائے اور گرجا کا ایک بازو دیسی کلیسیا کے استعمال کے
واسطے کورڈن صاحب کی یادگار رہے انہیں مصیبتوں کی وجہ سے وقوع میں
آئی تھی۔ سنہ ۱۸۸۱ء میں بہت سا روپیہ ان یادگاروں کے واسطے جمع ہوا مگر
وہ بمقابلہ تین لاکھ روپے کی بڑی رقم کے جو درکار تھی بہت ہی کم تھا۔

بشپ صاحب کو یہ بات سخت ناگوار گزرتی تھی کہ ایک مسلمانوں کے مقبرہ
کا استعمال عارضی گرجا کے طور پر کیا جائے اور انہوں نے ماہ جولائی میں کوہ شملہ
پر ایک وعظ سنایا جس سے سننے والوں کے دل میں بڑا جوش پیدا ہوا اس
وعظ میں فنی ہاس کی زوجہ اور خدا کے جلال کے لئے اسکی بڑی سرگرمی کا
ذکر تھا جماعت میں سے ایک میم صاحبہ نے ایک قیمتی انگوٹھی چندہ میں دی
کیونکہ وعظ میں یہ ہدایت کی گئی تھی کہ قیمتی زیورات دینے چاہئیں جیسے اسرائیلی

عورتوں نے بہت خوشی کے ساتھ دئے تھے۔ بشپ صاحب فرماتے ہیں۔
تو اب مَیں نے لوگوں سے کہا کہ میرے خیال میں مسیح کا ہم کو اِس طرح ملامت کرنا
بہت درست ہو کہ میں پردیسی تھا تم نے مجھے گھر میں نہ اُتارا یعنی
لاہور میں جہاں خود اُس کے لئے اور اُس کا کلام سننے کے واسطے کوئی
معقول مکان اب تک تعمیر نہیں ہوا ہے ۔

ماہِ اگست سنہ ۱۸۸۴ء میں مسٹر چارلس ایچیسن صاحب نے بشپ
صاحب کو مطلع کیا کہ گورنمنٹ عالیہ مدد نہ دے گی لیکن وہ پنجاب کی گورنمنٹ
کو نصف لاکھ روپیہ دینے کی اجازت دیتی ہے بشرطیکہ کل باقی روپیہ ۳۰-
مارچ سنہ ۱۸۸۵ء تک جمع ہو جائے ۔

بشپ صاحب نے بھی ایک اور نصف لاکھ روپئے کا بہم پہنچانا اپنے
ذمہ لیا تھا اور اب اُنہوں نے یہ ارادہ کیا کہ رخصت پر ولایت جائیں اور روپیہ
جمع کریں۔ اُن کی یہ رخصت اُسوقت شروع ہوئی جب وہ ملک ایران کو روانہ
ہوئے ۔

جب بشپ صاحب انگلستان میں تھے تو اُن کو اِس باعث بڑی نا
امیدی ہوئی کہ مہاراجہ صاحب والیٔ کشمیر نے وعدہ تو دس ہزار روپئے کی
لکڑیاں دینے کا کیا تھا مگر جب وہ لکڑیاں آئیں تو معلوم ہؤا کہ وہ صرف پانچ
ہزار روپئے کی ہیں۔ اس سبب سے بشپ صاحب کو پانچ ہزار روپئے اور جمع
کرنے پڑے۔ یہ خبر صاحب ممدوح کے پاس ماہ مئی سنہ ۱۸۸۴ء میں پہنچی اور اُسکے

باعث اُن کو زیادہ تردد ہوا۔

ماہ اپریل ۱۸۸۵ء میں ایک ایسا بار بشپ صاحب پر پڑا جو اگر اکثر آور آدمیوں پر پڑتا تو وہ اُسکے متحمل نہ ہو سکتے کیونکہ اب معلوم ہُوا کہ جو چالیس ہزار روپئے پہلے بنیاد ڈالنے میں خرچ ہوئے تھے وہ اسقفی گرجا کی تعمیر کے خرچ کے تخمینہ میں شامل نہ تھے بشپ صاحب نے لکھا کہ اب ہم کو ضرور ہے کہ چالیس ہزار روپئے اور چھ مہینے کے عرصہ میں جمع کریں +

لیکن رفتہ رفتہ سب مشکلات رفع ہو گئیں اور چیپٹر ہَوس اُسی سال تیسری سینٹ کے وقت کھولا گیا اور آخر کار کتھیڈرل یعنی اسقفی گرجا بھی بتاریخ ۲۵ جنوری ۱۸۸۷ء جو مقدس پولوس کے ایمان لانے کا دن تھا تقدیس کی رسم کے ساتھ کھولا گیا +

بشپ صاحب کے ایام اسقفی کے اور بھی کام ہیں اور منجملہ اُن کے بعض کاموں سے انکو اور اَوروں کو اِس قدر خوشی حاصل نہیں ہوئی جس قدر کہ کتھیڈرل کی تعمیر سے ہوئی +

بشپ صاحب نے اُردو وغیرہ سے عام کی کتاب پر نظر ثانی کرنا ہندوستان کے شہر پولیٹن یعنے کلکتہ کے لارڈ بشپ صاحب کے ارشاد کے بموجب اپنے ذمہ لیا۔ اور ایک چھوٹی کمیٹی بھی اُن کی مدد کے لئے مقرر کی گئی اور انہیں ۔ پی۔سی۔کے سوسائٹی نے بیس ہزار روپئے اُس پر خرچ کئے ۱۸۸۷ء کے موسم گرما میں بشپ صاحب نے کوہ مری پر ایک کوٹھی کرایہ لی اور کمیٹی

کے ممبران کے ساتھ چھ گھنٹے ہر روز جم کر یہ کام کیا لیکن نئی دعا کی کتاب بلاشبہ ایک عالمانہ کتاب تو تھی مگر عام استعمال کے لائق نہیں تھی اور اسی وجہ سے دیسی کلیسیا نے اُسے پسند نہ کیا۔ بشپ میتھیسو صاحب لکھتے ہیں قولہ، بشپ فرینچ صاحب کو پچھلے برسوں میں سب سے بڑی ناامیدی اسی وجہ سے ہوئی کہ شمالی مغربی اضلاع اور پنجاب کے مشنری صاحبان نے نظرثانی شدہ اردو دعا کی کتاب کو پسند نہیں کیا جب میں نے اُن کے مستعفی ہو جانے کے تھوڑے عرصے کے بعد اُنہیں بہ منت لکھا کہ آپ اپنے پُرانے علاقہ کے دیکھنے کے واسطے تشریف لائیں تو اُنہوں نے یہ جواب دیا کہ جو سلوک دیسی کلیسیا نے میری کتاب کے ساتھ کیا اُس کے سبب میرا آنا ناممکن ہے۔

اس میں بہت کم شک ہو سکتا ہے کہ کلیسیا کی عام رائے اسباب میں درست تھی اور بشپ صاحب غلطی پر تھے۔ بلاشبہ بہت شخصوں کو اس سبب سے نہایت افسوس ہُوا کہ وہ کتاب کو عام استعمال کے لائق نہیں سمجھ سکے۔ اگرچہ بشپ صاحب کو ایک لائق کمیٹی مدد دیتی تھی لیکن اُنکے خیالات اسقفی اختیارات کی نسبت ایسے بڑھے ہوئے تھے اور اُنکی رائیں طرزِ عبارت کی نسبت ایسی مضبوط تھیں کہ کمیٹی کے ممبران فقط مددگار ہی تھے۔ اور بشپ صاحب نے بارہا اُنکی تجویزوں کو قبول نہیں کیا۔ اُنکا عربی دینی اصطلاحات کو پسند کرنا اس کا باعث ہوا کہ بہت سے ایسے الفاظ کتاب میں داخل کئے گئے جن کو بے علم آدمی جو ہماری جماعتوں میں کثرت سے

ہیں بالکل نہ سمجھ سکتے تھے ۔ ۔ ۔ تاہم یہ کتاب عالمانہ اور فاضلانہ محنت کا ایک
بڑا نشان ہے جو رایگان نہ جائے گی ۔ مذکورہ بالا کام کا غیر مفید نہ ہونا اس امر
سے ثابت ہوتا ہے کہ جب ایک نئی کمیٹی پھر نظر ثانی کے واسطے مقرر کی گئی
تو ممبران نے بکثرت رائے پانچ بمقابلہ دو کے بشپ فرنچ صاحب ہی کے
ترجمہ کو اپنے کام کی بنیاد ٹھیرایا ۔

۱۸۸۰ء میں بشپ صاحب نے مِیَر صاحب اور جُوکس صاحب کے
ساتھ کتب عہد عتیق اور مقدس لوقا کی انجیل کے پشتو زبان کے ترجمہ پر
نظر ثانی کی اس میں پہلے کام کی طرح ناکامیابی نہیں ہوئی ۔

جو مشکل سوالات مشن کے کام سے متعلق وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے
رہتے ہیں اُن کی نسبت بشپ فرنچ صاحب کے خیالات کا معلوم کرنا
فائدہ سے خالی نہیں ہے ۔ مثلاً یہ کہ ہندوستانی کلیسیا کو آئندہ زمانے
میں اُن گروہوں کے ساتھ جو چرچ آو انگلینڈ سے علیحدہ ہوگئی ہیں
کیا تعلق ہوگا ۔ آیا جو اختلافات یوروپین لوگوں میں ہیں وہ یہاں بھی
ہمیشہ قائم رہینگے یا یہ ممکن ہے کہ آئندہ تمام دیسی مسیحیوں کا ایک گروہ
بن جاے ۔ اسکی نسبت بشپ صاحب لکھتے ہیں قولہٗ ایسی بڑی اور سنجیدہ
باتوں کی نسبت مجھے یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ہم اُس پروردگار پر بھروسہ کریں جو
ہماری مرادونکو اپنی مرضی کے موافق جسطرح چاہتا ہے پورا کرتا ہے ۔ میری رائے میں
دوسرونکو راضی کرنیکے واسطے خاص تجویزیں یا شرائط پیش کرنا بیفائدہ تکلیف اُٹھانا ہے

بشپ صاحب سمجھتے تھے کہ استففیت کو پسندیدہ بنانے کا درست طور یہ نہیں ہے کہ کلیسیا کا قدیم ورثہ اور رسولی سلسلہ چھوڑ دیا جائے بلکہ وہ یہ ہے کہ استففی جلسوں کی کارروائی درست کی جائے۔ استقفوں اور قسیسوں کے درمیان مناسب تعلق بحال کیا جائے۔ اور جو مسیحی کہ خادمان دین نہیں ہیں انکو چرچ کونسلوں میں بولنے کی واجب اجازت دیجائے بشپ صاحب کو امید تھی کہ دیسی آدمی سفر یگن یعنے نائب بشپ مقرر ہونگے ۔

بشپوں کا سلسلہ جو رسولوں کے وقت سے چلا آتا ہے

بشپ صاحب کی راے ایسے شخصوں کے نکاح ثانی کی نسبت جنہیں مسیحی دین اختیار کرنے کے سبب ان کی زوجہ یا شوہر چھوڑ دیں ان لوگوں کی ہدایت کے واسطے جو مشن کے کام سے تعلق رکھتے ہیں نہایت فائدہ مند ہے۔ انہوں نے زمانہ گذشتہ کی سیندوں کی تجویزوں پر غور کر کے اپنی یہ راے ظاہر کی کہ دوسرا نکاح کرنا درست ہے لیکن فقط درست ہی ہے نہ ہر حال میں مصلحت کے موافق ہے انسانی کمزوری کے سبب از راہ ترحم اسکی اجازت دی جاتی ہے مگر وہ مستحسن نہیں سمجھا جاتا ہے ہندوستان میں نکاح ثانی کی اور بھی زیادہ ضرورت معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہاں شادی کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے اور شادی نہ کرنا بے عزتی اور بدگمانی کا باعث ہوتا ہے ۔

بشپ صاحب کی استففی کے زمانہ آخر میں دیسی کلیسیا سے متعلق کثرت ازدواج کی نسبت بہت بحث ہوئی ۔ بشپ صاحب کی راے یہ تھی کہ ہر صورت اگر بیویوں میں سے کسی کو چھوڑنے سے جو انہوں نے مسیحی ہونے سے پہلے نیک نیتی

کے ساتھ اپنی شریعت کے موافق باندھا ہے انکار کریں تو اس باعث انہیں بپتسما لینے سے نہیں روکنا چاہئے۔ اسکے ہم مکتب ڈاکٹر برائٹ صاحب نے اس رائے کی تردید کی لیکن بشپ صاحب اُن کی دلائل سے قائل نہیں ہوئے۔

ماہ جولائی ۱۸۸۰ء میں بشپ صاحب نے اپنے اسقفی عہدہ سے مستعفی ہونے کا ذکر و مذکور شروع کیا۔ انہوں نے کنٹ بری کے آرچ بشپ صاحب اور وزیر ہند لارڈ کریں وس صاحب کو لکھا کہ میں صحت میں خلل آنے اور دیگر وجوہات کے سبب استعفا دینا چاہتا ہوں اور میری خواہش یہ ہے کہ لاہور کے آرچ ڈیکن میتھیو صاحب بجائے میرے بشپ مقرر ہوں مگر بعض مشکلات ایسی تھیں جو ڈیکن صاحب کو اس عہدہ کے قبول کرنے سے باز رکھتی تھیں اور اس سبب بشپ صاحب کچھ عرصے تک متفکر رہے کیونکہ اُن کو یقین تھا کہ اسقفی علاقہ کی بہتری اس امر پر موقوف ہے کہ آرچ ڈیکن صاحب اس عہدہ کو قبول کرلیں۔ انہوں نے بتاریخ ۷ جنوری ۱۸۸۱ء آرچ ڈیکن صاحب کو لکھا تھا کہ میں نے صاف اور قطعی طور پر یہ اطلاع دے دی ہے کہ میں عنقریب مستعفی ہونگا کیونکہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میری دماغی اور جسمی طاقت دونوں زائل ہو گئی ہیں۔ ۔ ۔ میں بے تامل کہہ سکتا ہوں کہ نہ تو میں نے اپنی زندگی بھر کے تجربے میں دیکھا اور نہ تواریخ کے مطالعہ میں پڑھا کہ لوگوں نے کبھی کسی شخص کے ایک اعلےٰ اور عام عہدے کے قبول کرنے کی نسبت اس قدر

خواہش ظاہر کی ہو جس قدر میں ہر روز دیکھتا ہوں کہ وہ آپ کے اور آپ کی میم صاحبہ کے واسطے ظاہر کرتے ہیں کہ آپ اگر اس اسقفی علاقے کو مدد دیں بلکہ اسکو خرابی اور بربادی سے بچائیں +

بشپ صاحب نے اِس خط میں اپنی معمولی جوانمردی اور فیاضی کے ساتھ آرچ ڈیکن صاحب کے اسقفی عہدہ قبول کرنے کی حالت میں اسقفی علاقہ سے متعلق سوسائیٹیوں کے واسطے ایک ہزار روپئے سالانہ دینے کا وعدہ بھی کیا +

آخر کار سب وقتیں جاتی رہیں اور ۷ ستمبر ۱۸۸۸ء کو بشپ صاحب نے ایک خط میں جو پادری ہیٹ مَن صاحب کے نام لکھا یہ تحریر کیا قولہٗ آج مجھے معلوم ہُوا کہ آرچ ڈیکن صاحب نے بہت عرصہ تک تامّل کر کے اور مجھے اندیشہ ہے کہ بڑی بے دلی کے ساتھ اسقفی عہدہ قبول کر لیا۔ جو کام استعفا دینے کا مَیں نے کیا ہے اُس کا سنجیدہ پن اور آئندہ کی نسبت کسی اَمر کا تحقیق معلوم نہ ہونا مجھے اسوقت پژمردہ خاطر کرتے ہیں اور مَیں اِس بارے میں نہ کچھ صاف صاف لکھ سکتا ہوں اور نہ کچھ کہہ سکتا ہوں۔ مَیں اپنے دوستوں سے منّت کرتا ہوں کہ وہ حتے المقدور اپنے خطوں میں اِس بات کا ذکر نہ کریں بلکہ خدا سے یہ دعا مانگیں کہ جو شخص جاتا ہے خدا اپنے فضل سے اُسے معاف بخشے اور جو بجاے اُسکے یہ بوجھ لیتا ہے اُسے اُسکے اُٹھانے کے لئے زور اور طاقت بخشے +

بشپ صاحب بتاریخ ۲۲ دسمبر استعفی عہدہ سے دست بردار ہوئے۔ وہ اپنے تقدیس کئے جانے کے دن سے پورے دس برس اِس عہدہ پر مقرر رہے تھے۔ بتاریخ ۵۔ جنوری [illegible]ء صاحب ممدوح کراچی سے جہاز پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ اور اُن کا تعلق ہندوستان کے ساتھ بلحاظ کام کے منقطع ہوا؛

تیرھواں باب

بشپ صاحب کے آخری حالات کے بیان میں

اگرچہ بشپ فرنچ صاحب کے آخری برسوں کے خطوط اور روزنامچے نہایت دلچسپ
ہیں لیکن اس مختصر خلاصہ میں اسکی گنجایش نہیں کہ اس وقت کا حال کسی
قدر بھی تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے۔ جب وہ ہندوستان سے روانہ ہوئے
تو اُن کا ارادہ یہ نہ تھا کہ سیدھے انگلستان کو جائیں بلکہ اُنھوں نے اپنا رخ خلیج
فارس کی طرف کیا اور چونکہ اُن کو کلیسیا کے قواعد کا نہایت خیال تھا اِسلئے
اُنھوں نے یروشلم کے اسقف بشپ بلِتھ صاحب کو لکھا اور اُن کے
علاقہ میں وعظ سنانے کی اجازت طلب کی۔ بوشہر میں اُنھوں نے یہ غمناک
خبر بذریعہ تار سنی کہ ملیتھیو صاحب کی میم صاحبہ نے جو بجائے اُنکے لاہور کے
بشپ مقرر ہوئے تھے وفات پائی ؛

اُن کے خطوط میں ہم کبھی کبھی گزشتہ زمانے کی چھوٹی چھوٹی باتوں کی
طرف ایسے اشارے پاتے ہیں جن کو پڑھکر فرنچ صاحب کی صورت ہماری
نظر کے سامنے آجاتی ہے اور یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کے اُس حصّے
کو جو ہندوستان میں گزرا تھا کبھی فراموش نہ کرتے تھے مثلاً اُنھوں نے مقام
بغداد سے عربی زبان کے مطالعہ کا ذکر کرتے ہوئے جو ایام سابق میں آگرہ میں

شروع کیا تھا اپنی بیم صاحبہ کو یہ لکھا تھا کہ جس کتابِ لغت کا مَیں اب استعمال کرتا ہوں وہ وہی ہماری کتاب ہے جسے آپ اور مَیں مل کر قلعے تیس لڑائی کے دن لے گئے تھے۔ وہ بہت پھٹ گئی ہے اور بدشکل ہو گئی ہے لیکن اب بھی وہ اپنا کام بخوبی تمام دیتی ہے۔ اگرچہ بابل اور نینوا اور دیگر مقامات کا حال دلچسپ ہے لیکن وہ بسبب وسعت نہ ہونے کے درج نہیں ہو سکتا۔

ملک شام اور ملک کنعان میں بشپ صاحب دس مہینے ٹھیرے اور اُس وقت میں اُنہوں نے اپنی صحّت درست کی اور عربی کی روزمرّہ گفتگو کا مطالعہ کیا اور اشاعتِ انجیل سے متعلّق ہر قسم کے کاموں کے ساتھ ہمدردی ظاہر کی۔

اِس خبر کے سُننے سے کہ بشپ پارکس صاحب نے اُس شرقی افریقہ میں جو خطِ استوا پر واقع ہے رحلت کی اُن کے دل پر بڑا اثر ہوا اور اُنہوں نے ایسے الفاظ لکھے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنکی خواہش تھی کہ وہ آپ اُنکی جگہ پر کام کریں۔ اُن کے کلمات سے وہ دل پر اثر کرنے والی فروتنی ظاہر ہوتی ہے جو ہمیشہ اُنمیں پائی گئی اور پچھلے برسوں میں اَور بھی زیادہ نمایاں ہوئی تو لہٰ شاید ہمارے پیارے خداوند اور مالک کو مجھ جیسے کم ہمّت خادم کی اب ضرورت نہیں ہے اور وہ مجھ سے خدمت لینا پسند نہ کرے گا۔ بلاشبہ مجھے اِس ضعیفی کی عمر میں افریقہ کے کام کے لئے اپنے آپ درخواست کرنے کی جرأت نہ کرنی چاہئے۔ اِسی طرح جب فرنیچ صاحب نے اپنے داماد تھامز ٹل اینیک۔ صاحب کی موت کی

خبر سنی تو اپنی بیٹی کو جو بیوہ ہو گئی تھی یہ لکھا تو اِ، تم مجھے معاف کرو کیونکہ مَیں اِس قابل نہیں ہوں کہ جس طرح لکھنا چاہتا ہوں اور لکھنا چاہیئے اُس طرح لکھوں مجھے یقین ہے کہ ایسے بے حد غم کے تجربہ کے بعد تم زیادہ تر مجھے تعلیم دے سکتی اور میری مدد کر سکتی ہو بہ نسبت اِس کے کہ مَیں تمہاری کر سکتا ہوں ؀

وہ مارچ ۱۸۸۹ء میں انگلستان کو واپس پہنچے۔ ایک دفعہ اِس سفر میں جس جہاز پر وہ سوار تھے وہ بسبب طوفان کے بڑے خطرے میں پڑا اور مسافروں کے دلوں میں سخت دہشت بیٹھ گئی۔ جو اطمینان اُس وقت خدا کے اِس برگزیدہ بندہ کو حاصل تھا اُس سے ہم کو بہت مدد اور نصیحت حاصل ہو سکتی ہے ؀

وہ لکھتے ہیں تو اِ، موت کی شکل ایسی نزدیک مجھے پہلے کبھی نہیں دکھائی دی تھی لیکن خدا کا شکر ہے کہ مَیں یہ کہہ سکا کہ اے باپ مَیں اپنی روح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں (لوقا ۲۳ باب ۴۶ آیت) اور رسولوں کی طرح یہ دعا بھی مانگ سکا کہ اے خدا ہمیں بچا کہ ہم ہلاک ہوتے ہیں (متی ۸ باب ۲۵ آیت) اِس سے میرے دل کو بہت راحت اور اطمینان حاصل ہوا ؀

جب فرنچ صاحب انگلستان میں تھے تو پھر اُن کو اشاعتِ انجیل کا کچھ کام کرنے کی صورت نظر آئی لیکن یہ کام چرچ مشن ہی سوسائٹی سے علاقہ نہ رکھتا تھا۔ سن ۱۸۹۰ء کے موسمِ خزاں میں اُن کے خیالات نے ایک خاص شکل پکڑی اور اُنہوں نے لکھا تو اِ، میرا یہ ارادہ ہے کہ چند ہفتوں یا مہینوں کے

لئے یا زیادہ عرصہ کے واسطے جس طرح خدا کو منظور ہو مَیں مصر کو شاید ٹیونس ہو کر جاؤں تاکہ عربی زبان میں زیادہ تر مہارت حاصل کروں اور دریافت کروں کہ اُن اطراف میں اہل اسلام کے درمیان مسیحی دین کے پھیلانے کے واسطے کیا کوشش ہو رہی ہے۔

بتاریخ ۳۔ ماہ نومبر سنہ ۱۸۹۰ء وہ پچھلی دفعہ اپنی بیم صاحبہ سے اور اپنے وطن سے رخصت ہوئے۔ ۷ نومبر کو اُنہوں نے ٹیونس سے خط لکھا جہاں وہ کچھ عرصے تک ٹھیرے مگر اُن کو مسقط پہنچنے کی اُمید تھی چنانچہ اُنہوں نے چرچ مشنری سوسائٹی کے افسران وِگرم صاحب اور یوجین سٹاک صاحب سے بمنت درخواست کی کہ جو نئے مشنوں کے قائم کرنے کا ارادہ ہے اُن میں آپ مسقط کا مشن بھی شامل کریں۔ اور اُن کا یہ منشا تھا کہ وہ خود وہاں جائیں اور حال دیکھ کر اُس سے چرچ مشنری سوسائٹی کو مطلع کریں۔

وہ شہر قلیس ہ میں پادری میٹ لنڈ صاحب سے ملے جنہیں اُنہوں نے سنہ ۱۸۴۲ء میں ڈیکن بنایا تھا۔ اور جنہوں نے بہت برس ہندوستان میں خصوصاً دہلی کے مشن میں کام کیا تھا۔ اِس ملاقات سے دونو صاحبوں کو بہت خوشی حاصل ہوئی۔ اور میٹ لنڈ صاحب نے بشپ صاحب کے ساتھ مسقط جانے کا ارادہ کیا۔ دونو صاحبوں نے عدن اور بمبئی کی راہ سے ساتھ سفر کیا۔ بمبئی سے بشپ صاحب نے اپنے جانشین بشپ میتھیو صاحب

کو لکھا اور اُن سے کام کی اجازت چاہی کیونکہ وہ اب اپنے آپ کو اُن کے خلومانِ دین میں سے ایک سمجھتے تھے۔ مگر اس سے پہلے کہ یہ خط لاہور کے بشپ صاحب کے پاس پہنچا جب کہ بشپ فرنچ صاحب مسقط جانے کے واسطے کراچی کی بندرگاہ میں ٹھیرے ہوئے تھے اتفاقاً بشپ میتھیو صاحب خود آ کر اُن سے ملے۔ علاوہ اُن کے۔ سی۔ ایم۔ ایس سوسائٹی کے بزرگ پادری کلارک صاحب اور دیگر صاحبان نے بھی آ کر اُن سے ملاقات کی۔ لیکن بشپ فرنچ صاحب کے دوستوں کو اُن سے ملنے کے لئے جہاز پر جانا پڑا کیونکہ اُنھوں نے ایک طرح کا عہد کر لیا تھا کہ مَیں اِس دفعہ ہندوستان کی زمین پر قدم نہ رکھونگا۔ یہ واقعہ ۴۔ فروری ۱۸۹۱ء کا ہے ۔

اب ہم بشپ فرنچ صاحب کے احوال کے آخری حصّہ کا بیان شروع کرتے ہیں۔ پادری میٹ لینڈ صاحب کے بیان کے بموجب دونوں صاحب تاریخ ۸۔ ماہ فروری مسقط کو پہنچے اور اُنہیں پہلے سے بالکل معلوم نہ تھا کہ ہم کسطرح یا کس جگہ ٹھیرینگے۔ وہ چند گھنٹے مکان ڈھونڈتے رہے اِسلئے کہ بشپ صاحب موصوف کا یہ ارادہ نہ تھا کہ ریذیڈنٹ کرنیل موکلر صاحب کے مہمان بنیں یا اپنے ٹھہرنے کا انتظام کرنے سے پہلے اُن کے پاس ملاقات کے لئے بھی جائیں آخر کار ایک گوئے کے باشندہ نے اُن کو اُتارا اور جس طرح ہو سکا وہ ایک لمبے اور بہت میلے کمرے میں ٹھیرے جس میں ایک چارپائی۔ ایک ٹوٹی کوچ اور چند کرسیاں تھیں۔ میٹ لنڈ صاحب نے مولسن صاحب کی میم صاحب

کو جو لشپ فرنچ صاحب کی بیٹی ہیں یہ لکھا تو الٹا ہم نے ایک کیتلی میں پانی جوش کرایا اور کچھ کافی پی اور بسکٹیں کھائیں۔ بعدازاں ہم نے بازار سے چپاتیاں اور دودھ بہم پہنچایا۔ شام کو پولیٹیکل ایجنٹ کے دفتر کا ہیڈ کلارک آیا لیکن آپ کے والد نے اس سے ملنا پسند نہیں کیا۔ مگر میں نے اسکی باتوں سے معلوم کیا کہ جس مکان میں ہم ٹھیرے ہوئے تھے وہ عرب لوگوں کے واسطے پرتگیزیوں کی شراب کی دوکان تھی۔ عرب لوگوں میں دین حق کے پھیلانے کا یہ ایک عجیب آغاز معلوم ہوتا ہے۔

چونکہ مسقط میں گزارہ کے لائق مکان ملنا نہایت دشوار تھا اس واسطے بشپ فرنچ صاحب نے متراح میں جو ایک قصبہ مسقط سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ایک مکان جو ان کو سکونت کے واسطے پیش کیا گیا تھا لے لیا اور اس کے بعد دونوں صاحبان کرنیل موکلر صاحب کے پاس ملاقات کے واسطے گئے لیکن اس سبب سے کہ ان سے ملنے کے لئے پہلے نہ گئے تھے انہیں تھوڑی دیر روکھا پایا۔

میٹلنڈ صاحب نے خط مذکورہ بالا میں آگے تمام دن کے کام کا حال مختصر طور پر یوں تحریر کیا ہے تو الٹا آپ کے والد علے الصباح اٹھا کرتے تھے۔ اور میں دن نکلے۔ مچھر اور مکھیاں رات کو بہت ستاتی تھیں اور ہمارے پاس شروع میں نہ تو کافی بستر تھے اور نہ مسہریاں گو بعد میں کچھ چیزیں دستیاب ہو گئیں ہم دونوں اٹھنے کے بعد دعا کرتے تھے اور خدا کی کتاب پڑھتے تھے اور میں آگ

جلاتا تھا اور باورچی خانہ میں برتن دھوتا تھا اور پھر بازار جاکر روٹی اور دودھ اور انڈے لاتا تھا اور صبح کا کھانا طیار کرتا تھا۔ اسکے بعد ہم ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ بعدازاں وہ عربی زبان کے مطالعہ میں ڈیڑھ بجے تک مشغول رہتے تھے اور مَیں قریب ایک بجے کے بازار جاکر کھانے کے واسطے چیزیں لاتا تھا یعنے تھوڑا گوشت یا بھُنی مچھلی اور بازار کے پکے ہوئے چاول اور روٹی اور کھجور اور چاے۔ کھانے کے بعد ہم مل کر ایک چھوٹی بندگی کیا کرتے تھے۔ اور پھر قریب چار بجے کے آپ کے والد کبھی تو تنہا منادی کرنے یا لوگوں کو کتاب پڑھ کر سنانے کے لئے باہر جاتے تھے اور کبھی وہ ہواخوری کی غرض سے میرے ساتھ قصبہ مترا کے پیچھے کشادہ میدان میں جاتے تھے یا کسی قریب کے گاؤں میں۔ اور اکثر لوگوں سے باتیں کرنے لگتے تھے۔ اور اگر موقعہ ملتا تھا تو ہم انکے آگے کتاب بھی پڑھتے تھے۔ جب شام ہونے لگتی تھی تو ہم مکان پر واپس آجاتے تھے۔ اور چاے پینے کے بعد ہم دونو ساتھ شام کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور اسکے بعد ہم پر اکثر اس قدر نیند کا غلبہ ہوتا تھا کہ آپ کے والد تو فوراً سونے کو چلے جاتے تھے اور مَیں جاگنے کی بے فائدہ کوشش کر کے کچھ دیر میں سوتا تھا۔

دس ایک دن کے بعد ہم کو ایک نوکر مل گیا جو دیکھنے میں اچھا معلوم ہوتا ہے اور کھانا خاصہ پکا لیتا ہے۔ وہ مسقط میں سوتا تھا اور صبح کو اکثر جب ہم کھانا شروع کر دیتے تھے آجاتا تھا۔ اور سہ پہر کو واپس چلا جاتا تھا۔ لیکن اب چونکہ آپ کے والد صاحب اکیلے ہیں وہ مکان پر سوئیگا۔

+ پچھلے جملہ سے ظاہر ہے کہ جب مسقط میں بشپ صاحب کے رہنے کا انتظام ہو گیا تو ریسٹ لینڈ صاحب کو اُن کے پاس سے چلا آنا پڑا +

بشپ صاحب بتاریخ ۳ مئی قصبہ سیب کو جو سمندر کے کنارہ پر واقع ہے جانے کی طیاری کرتے تھے اور اُن کا ارادہ تھا کہ وہاں سے خداوند کی طرف لوگوں کو مائل کرنے کے لئے ملک کے اندرونی حصہ میں آگے بڑھیں +

ریسٹ لینڈ صاحب بشپ صاحب کے انتقال کے بعد مسقط کو گئے اور اُنہوں نے اُنکی زندگی کے آخری دنوں کے حالات دریافت کر کے ترتیب وار تحریر کئے قولہ بشپ صاحب ۹ مئی کو ۱۱ بجے دن کے مچھلی پکڑنے والوں کی ایک کشتی میں بیٹھ کر روانہ ہوئے اور اُسی دن آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے سیب میں پہنچے وہ روانہ ہونے سے چند روز پہلے بخار میں مبتلا ہونے کے سبب بہت کم زور ہو گئے تھے۔ کشتی سے اُترنے کے وقت بھی گرمی سخت تھی اس واسطے وہ تھوڑی دیر درختوں کے سایہ میں آرام کرنے کے بعد اُس مکان کو گئے جو کنارہ سے پون میل کے فاصلے پر اُنکو سکونت کے واسطے مل گیا تھا۔ دوسرے روز صبح کے وقت بتاریخ ۱۰ مئی عید صعود کو وہ تھوڑا سا دودھ پی کر تین میل کے فاصلہ پر والیِ یعنے وہاں کے حاکم سے ملنے کے لئے گئے جب وہ واپس آئے تو رستے میں گرمی بہت تھی اور گھر پہنچنے تک اُن کی طبیعت علیل ہو گئی ۔ ۱۱ تاریخ کو صبح کے وقت وہ چند کتابیں لے کر باہر گئے۔ دس بجے کے قریب چند آدمیوں نے اُن کے نوکر کو خبر دی کہ تمہارے آقا کھجور

کے درختوں میں سوتے ہیں جب نوکر اُن کے پاس آیا تو اُنھوں نے اُس سے
پوچھا کہ کیوں آئے ہو۔ اور اُسے واپس گھر بھیج دیا اور جب وہ خود گھر کو
پہنچے تو نیچے گرتی ہوئی بلیوں کے درمیان لیٹ گئے۔ اُسی وقت کاڈو
نوکر نے اُن کو پکارتے اور تالی بجاتے سنا پس وہ دوڑ کر آیا لیکن اُس نے
اُنہیں بے ہوش پایا۔ اُس نے اُن کے سر پر پانی ڈالا اور پندرہ ایک منٹ
کے بعد بشپ صاحب کو ہوش آیا۔ بعد میں اُنھوں نے ٹپیوکا پکوایا لیکن
کھا نہ سکے ۔

دوسرے دن یعنی نویں تاریخ ہفتے کے روز اُنھوں نے مسقط کو واپس
آنے کا ارادہ کیا اور کاڈو نوکر سے ایک کشتی بہم پہنچانے کو کہا۔ لیکن جب
کشتی طیار ہوئی وہ نہ جا سکے۔ ۱۰ تاریخ کو بوقت شام وہ روانہ ہوئے اور مسقط
میں ۱۱ مئی کو دن نکلے پہنچے۔ وہ اُس کمرے کو گئے جو اُنھوں نے ریزیڈنسی
کے پاس کرایہ لیا تھا لیکن اُنھوں نے نوکر سے کہہ دیا کہ کسی سے ہمارے
واپس آنے کا حال نہ کہنا مگر نوکر نے اِس حکم کی تعمیل نہ کی ۔

۱۳ مئی کو ڈاکٹر جیاکر صاحب بوقت صبح ساڑھے سات بجے اُنکے
دیکھنے کو آئے لیکن کچھ تامل کے ساتھ اِسلئے کہ بشپ صاحب نے جب کہ
قصبہ مترا میں تھے لکھ بھیجا تھا کہ مجھے ڈاکٹر کی ضرورت نہیں ہے ۔
اُنھوں نے بشپ صاحب کو بے ہوش پایا۔ تھوڑی ہی چاء کے پینے سے
اُنکی طبیعت کسی قدر بحال معلوم ہوئی۔ تب ڈاکٹر صاحب مذکور کو اشتب

صاحب آپ کے واسطے نہائت ہی ضرور ہے کہ آپ تھوڑی شراب نہیں ہیں آپ کو تھوڑی اب دونگا اور میرا نائب دو دو گھنٹے کے بعد تھوڑی دیگا۔ بشپ صاحب نے پوچھا کیا نہائت ہی ضرور ہے۔ ڈاکٹر جیاکو صاحب نے کہا ہاں نہائت ہی ضرور ہے۔ تب بشپ صاحب نے کہا میں پینا منظور کرتا ہوں۔ اِس کے بعد ڈاکٹر صاحب کرنیل موکلر صاحب کے پاس گئے اور اُن سے کہا کہ بشپ صاحب کو رزیڈنسی میں لانا ضرور ہے کرنیل موکلر صاحب نے کہا کہ بشپ صاحب کبھی اِس بات کو منظور نہ کرینگے۔ اُنہوں نے دو نوکر فوراً بھیجے کہ جس قدر ہو سکے مدد دیں اور وہ آپ اُن کے دیکھنے کو قریب نو بجے کے آئے۔ بشپ صاحب نے رزیڈنسی میں جانا منظور کیا۔ دوپہر کو وہ پھر بے ہوش ہو گئے۔ اور قریب شام کے رزیڈنسی میں لائے گئے کرنیل موکلر صاحب نے سمجھا کر اُن کو تھوڑا شوربا پلایا ڈاکٹر جیاکو صاحب رات کے نو بجے آئے اور تین بجے تک اُن کے پاس ٹھیرے رہے بشپ صاحب کے بدن کی حرارت اُس وقت ۱۰۵ درجہ پر تھی۔ وہ آہستہ آہستہ اے خدا اے خدا کہتے رہے مگر اُنہوں نے اور کوئی لفظ مُنہ سے نہ نکالا۔ ۱۴ مئی کو دوپہر کے بعد ساڑھے بارہ بجے بشپ صاحب بغیر کسی قسم کی تکلیف کے جاں بحق تسلیم ہوئے۔

لاہور کے اخبار سول و ملٹری گزٹ نے اُن کی وفات سے متعلق ایک مضمون میں اُن کی خصلت اور کام کا اچھا خلاصہ درج کیا ہے وہو ہذا۔

وہ واقعہ میں ایک مقدس شخص تھے۔ اپنے پر تکلیف اُٹھانے والے۔ دنیا
کی طرف سے لاپروا۔ نیک نیت۔ خداپرست۔ فروتن۔ انجیل پھیلانے کے شوق
کی روشن آگ اُن آخری دنوں میں جو انہوں نے تنہائی میں مسقط میں گذارے
اُن کے دل میں ایسی ہی شعلہ زن تھی جیسے اُس زمانہ میں جب وہ ہندستان
پر نثار ہونے کے واسطے اوکسفورڈ سے اور جو فوائد اوکسفورڈ سے اُن کو حاصل
ہونے کی اُمید تھی اُن سے دست بردار ہوئے مشتعل تھی۔ ۔ ۔ جو کھیت
اُنھوں نے بویا وہ پہلے کبھی بویا نہیں گیا تھا۔ اور اُن کو پُرخار راہوں میں
چلنا پڑا۔ جو لوگ اُن کے پیچھے آئینگے وہ اگر اُسی طرح سینچینگے اور قلم کرینگے اور
اپنے پر محنت گوارا کرینگے جس طرح وہ کرتے تو ہم کو پکی ہوئی فصل دیکھنے کی
خوشی حاصل ہوگی۔ آج ہم فقط ایسے ایک شخص کی یاد کرکے غم کرتے
ہیں جو اُن سب کا دوست تھا جو اُس سے ملاقات رکھتے تھے اور ہزاروں
ایسے شخصوں کا بھی جو اُس سے آشنا نہ تھے۔ جو ایک اچھا مسیحی تھا اور
جس کی خوشخبری سناتا تھا وفاداری کے ساتھ اُسکی پیروی بھی کرتا تھا۔
لاہور کے اسقفی گرجا میں ایک پیتل کی تختی پر عبارت مندرجہ ذیل کندہ
ہے

بادب یادگار

ٹامس والپی فرنچ صاحب۔ ڈی۔ ڈی۔ کا

جو یونیورسٹی کالج واقعہ اوکسفورڈ کے سابق میں ایک فیلو اور اس اسقفی

گرجا کے بانی مبانی تھے ÷

اور ۱۸۵۱ء سے جب وہ ہندوستان میں آئے خدا کی کلیسیا کی دینی خدمت کرتے رہے ÷

اوّل صبر اور کوشش کے ساتھ شمالی و مغربی اضلاع اور پنجاب میں بہ حیثیت مشنری ہونے کے ÷

اور اس کے بعد دس برس بہ حیثیت اس علاقے کے پہلے بشپ ہونے کے ۱۸۷۷ء سے ۱۸۸۷ء تک ÷

بشپ صاحب ممدوح الصدر نے مسقط واقعہ ملک عرب میں مسیح کی بادشاہت کا ایک تنہا شاہد بن کر بتاریخ ۱۴ مئی ۱۸۹۱ء انتقال کیا ÷

غیر قوموں کے لئے یسوع مسیح کا خادم۔ خدا کی خوشخبری سنانے کی خدمت کا انجام دینے والا تاکہ غیر قوموں کے ہدیہ کا پیش ہونا رُوح القدس سے مقدّس بنکر مقبول ہو۔ رومی ۱۵ باب ۱۶۔ آیت

خاتمہ

تتمہ

چند انگریزی الفاظ اور دیگر اصطلاحات کی تشریح

آرچ بِشپ - بڑا بشپ۔ مقام کنٹربری کے آرچ بشپ صاحب کُل چرچ او انگلنڈ میں اوّل درجہ رکھتے ہیں۔

آرچ ڈیکَن - خادمانِ دین میں ایک اعلےٰ عہدہ دار جو بشپ سے دوسرے درجہ پر ہوتا ہے۔

اِستحکام کی رسم - جب کوئی شخص بالغ ہو کر مسیحی دین کا اقرار بشپ صاحب کے سامنے کرتا ہے تو وہ اُس کے سر پر ہاتھ رکھکر اُسکے واسطے دعا مانگتے ہیں۔ اِس رسم کو استحکام کی رسم کہتے ہیں۔

اُسقفی علاقہ - علاقہ جو دینی امور میں ایک بشپ کے ماتحت ہو اُس کو اسقفی علاقہ کہتے ہیں۔

اِشاعت - پھیلانا جیسے اشاعتِ دین یعنے دین کا پھیلانا۔

اَیڈی کونگ - فوج کے جنرل یا کسی بڑے عہدہ دار کا مصاحب

ایس۔ پی۔ سی۔ کے - مسیحی دین کی علم کی ترقّی کے لئے ایک جماعت ہے

بپتِسما - مسیحی جماعت میں داخل کئے جانے کی پاک رسم۔ جب یہ رسم عمل میں لائی جاتی ہے تو آدمی کے سر پر مسیح کے حکم کے بموجب باپ اور بیٹے اور روح القدس

کے نام پر پانی ڈالا جاتا ہے یا اُسے پانی میں غوطہ دیا جاتا ہے۔

برگیڈیر۔ فوج کے کچھ حصہ کا سردار

برہم سماج۔ تعلیم یافتہ ہندؤں کا ایک نیا فرقہ جس کے لوگ خدائے واحد کو مانتے ہیں لیکن کسی الہامی کتاب کے قائل نہیں۔

بشپ و پریسٹ و ڈیکن۔ خادمانِ دین کے تین درجے ہیں اول بشپ جس کو اُسقف بھی کہتے ہیں دوئم پریسٹ یا قسیس۔ سوئم ڈیکن یا خادم

بائبل۔ کتبِ الٰہی کا مجموعہ۔

پیرش چرچ۔ گرجا جو شہر کے کسی ایک حصہ کے لئے ہو۔

تقدیس۔ بشپ بنانے کی رسم اور نیز گرجا کو عبادت کے لئے مخصوص کرنے کی رسم۔

تقرر و تعین۔ پریسٹ یا ڈیکن بنانے کی رسم۔

ٹون ہال۔ ایک بڑا مکان جو شہر میں جلسوں وغیرہ رفاہِ عام کے کاموں کے واسطے بنایا جاتا ہے۔

جنرل۔ فوج کا ایک اعلیٰ افسر۔

چرچ آو انگلنڈ۔ انگلستان کے مسیحیوں کی جماعت جس میں بشپ ہوتے ہیں اور جو سرکار سے تعلق رکھتی ہے۔

چیپٹر ہوس۔ وہ مکان جہاں اسقفی گرجا کے متعلق خادمانِ دین صلاح و مشورہ کے لئے جمع ہوتے رہیں۔

چیپل۔ چھوٹا گرجا۔
چیپ لین۔ پادری صاحبان جو یورپین لوگوں کی دینی خدمت کے لئے سرکار کی طرف سے مقرر کئے جاتے ہیں۔
چانسل۔ گرجا کا وہ حصہ جس میں عشاے ربانی کی رسم ادا کی جاتی ہے۔
چانسلر۔ یونیورسٹی کا اعلےٰ افسر۔
ڈاکٹر اوڈیونٹی۔ عالم علم الٰہی۔
ڈینری۔ ڈین کے رہنے کا مکان جو ایک اعلےٰ رتبہ کا خادم دین ہوتا ہے۔
ڈونٹی سکول۔ مدرسہ علم الٰہی۔
رزیڈنسی۔ رزیڈنٹ صاحب کے رہنے کا مکان۔
رومن کاتھولک۔ وہ مسیحی جماعت جو پوپ یعنی روم کے بشپ کو مسیح کا نائب سمجھکر اس کی تابعداری کرتی ہے۔
سوسائٹی۔ ایک جماعت جس کے لوگ مل کر کوئی خاص کام کریں۔ انگلستان میں دو بڑی سوسائٹیاں چرچ او انگلنڈ کے متعلق اشاعت انجیل کے لئے ہیں جن میں سے ایک کا نام پروپیگیشن سوسائٹی اور دوسری کا نام چرچ مشنری سوسائٹی ہے۔
سنڈ۔ بشپوں کے جلسے جن میں دینی باتوں کی نسبت مشورہ کیا جاتا ہے۔
سنڈے سکول۔ اتوار کے دن کا مدرسہ جس میں لڑکے لڑکیوں کو دینی تعلیم دی جاتی ہے۔

ظلِّ سلطان۔ یہ لقب شاہ ایران کے بڑے بیٹے کا تھا۔
عشائے ربّانی۔ وہ پاک رسم جو مسیح نے بطور اپنی موت کی یادگار کے خود مقرر کی۔
عیدِ تولّد۔ مسیح کی پیدائش کی عید جسے بڑا دن بھی کہتے ہیں۔
عیدِ صعُود۔ مسیح کے آسمان پر جانے کی عید۔
عیدِ القیامت۔ مسیح کے پھر جی اُٹھنے کی عید۔
فیلو۔ انگلستان کے بعض کالجوں میں وہ اشخاص جو خاص وظیفے پاتے ہیں اور اپنے کالج میں خاص حقوق حاصل کرتے ہیں۔
کاٹی کِسٹ۔ انجیل کے منادی کرنے والے جو مشنری صاحبان کے ماتحت کام کرتے ہیں۔
کتھیڈرل۔ بڑا گرجا جو بشپ سے خاص تعلق رکھتا ہے۔
کلیسیا۔ کُل مسیحیوں کی جماعت یا اُس کا کوئی حصّہ۔
کمینڈرِان چیف۔ فوج کا سب سے بڑا افسر۔
کیوریٹ۔ وہ خادمِ دین جو کسی گرجا کے گلہ بان کے ماتحت کام کرتا ہے۔
لارنس ایسائلم۔ گوروں کے بچّوں کے لئے ایک یتیم خانہ۔
لفٹننٹ گورنر۔ گورنر جنرل کے ماتحت ملک کے ایک بڑے حصہ کا حاکم۔
لِنٹ۔ روزوں کے مقرری چالیس دن۔
لُوتھری جماعت۔ مشہور مصلحِ دین لوتھر کے پیروی کرنے والے۔

لیٹن۔ ملک اٹلی کے قدیم باشندوں کی زبان۔

مبارک جمعہ۔ مسیح کے وفات پانے کا دن۔

میٹروپولٹن۔ کسی صوبہ کے صدر مقام کا اسقف جو اس صوبہ کے دیگر اسقفوں سے اعلےٰ درجہ رکھتا ہے اور انکے علاقوں کا معائنہ کرتا ہے۔ کلکتہ کے لارڈ بشپ صاحب ہندوستان اور سیلون کے میٹروپولٹن ہیں۔

مشن۔ کسی مقام پر مشنری صاحبان سے متعلق کُل کاروبار۔

مشنری۔ جو شخص اشاعت دین کے لئے مقرر کیا جائے۔

مقدس ہفتہ۔ وہ ہفتہ قبل عید القیامت کے جس میں مسیح کی وفات واقع ہوئی۔

ملٹن۔ انگلستان کے ایک بڑے شاعر کا نام ہے اور پیرے ڈائیس لوسٹ اسکی تصنیفات سے ایک کتاب ہے۔

والنٹیر۔ جو لوگ بلا تنخواہ کے سپاہیوں کا کام دیتے ہیں۔

ویسٹمنسٹر ایبی۔ لندن میں ایک عالیشان عمارت ہے جس میں ایک بڑا گرجا ہے اور وہ بادشاہوں اور نامی و گرامی آدمیوں کے لئے مدفن بھی ہے

یوریشین یا ایسٹ انڈین۔ وہ لوگ جنکے ماں باپ میں سے ایک یورپ کا رہنے والا ہو اور ایک ایشیا کا

یونیورسٹی۔ دار العلوم۔

تمام شد

دفعہ اوّل — جلد ۵۰۰

۱۸۹۹

رفاہ عام پریس لاہور